الحق

اللہ کی خوشنودی حاصل کیجئے

اے۔بی۔سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

فون نمبر رہائش : ۲

لہ دعوۃ الحق

فون نمبر دارالعلوم : ۴

قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

جولائی ۱۹۸۱ء

جلد نمبر : ۱۶

شمارہ نمبر : ۱۰

ماھنامہ الحق اکوڑہ خٹک

اس شمارے میں

بدل اشتراک پاکستان میں سالانہ ۲۵/ روپے فی پرچہ ۲/۵۰ روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

افغانستان میں اشتراکیت سے برسرپیکار مجاہدین کی باہمی گروہ بندی، اختلافات اور انتشار پر پچھلے دنوں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ نے ذیل کا پردرد مکتوب ایک وفد کے ہاتھ مجاہدین کے مختلف احزاب کے زعماء کی خدمت میں بھیجا۔ مناسب یہ ہے کہ الحق کے ذریعہ یہ مخلصانہ آواز مجاہدین کے فعال کارکنوں اور رہنماؤں تک بھی پہنچ جائے مکتوب یہ ہے۔

گرامی قدر مجاہدین اسلام و حامیانِ دینِ متین زعماء جہاد افغانستان و جمیع رفقاء و
مجاہدین و جنود اسلام ایدکم اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج گرامی۔ آپ حضرات کے مجاہدانہ اور سرفروشانہ کارنامے اس الحاد و دہریت و زندیقیت کے زمانہ میں اسلام اور عالم اسلام کیلئے قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔ بے سروسامانی کے عالم میں ایک ایسی قوت جابرہ کا مقابلہ جو اس وقت پوری دنیا میں انا ربکم الاعلیٰ کا مدعی ہے اور اللہ تعالیٰ کے وجود کو چیلنج کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی لانہایت امداد اور نصرت کے بغیر ناممکن ہے۔ ہم اگرچہ کمزور ہیں۔ لیکن یقین جانیئے کہ ہماری مخلصانہ دعائیں شب و روز آپ کے شریک کار ہیں۔

محترما! آپ خود علماء اور اہل علم ہیں۔ بے اتفاقی تشتت اور باہمی اختلاف کے بارے میں قرآن کریم کی تصریحات، احادیث نبوی علیٰ صاحبہا الف والف صلوٰۃ، اور مسلمانوں کی پوری تاریخ عروج و زوال آپ سے پوشیدہ نہیں جسکی تکرار آپ حضرات کے سامنے تحصیل حاصل ہوگی۔ میں آپ کو خالق کائنات کا واسطہ دیکر یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کا اختلاف صرف دو افراد دو گروہوں دو جماعتوں کا اختلاف نہیں اس سے عالم اسلام ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ آپ اس حقیقت سے پوری طرح واقف ہیں کہ آپ کا جہاد کسی ایک سرزمین کا نہیں اس کا جغرافیائی حدود سے تعلق نہیں۔ بلکہ یہ ایک نظریاتی جنگ ہے۔ جسکو بجا طور پر عالم اسلام کی جنگ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور آپ صرف افغانستان کیلئے نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کے لئے لڑ رہے ہیں۔ صرف میں اور میرا دارالعلوم نہیں۔ پاکستان کے تمام علماء کرام عوام اور تمام عالم اسلام اس سے سخت پریشان ہے۔ آپ کی معمولی ناچاکی شماریت اعداد کا ذریعہ بن رہی ہے۔ نصرتِ الٰہی کے انقطاع کا ذریعہ بن رہی ہے مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا باعث باہمی افتراق بن رہا ہے۔ اس وقت جو مقامِ جہاد و عزیمت اللہ تعالیٰ نے آپ

کو دیا ہے۔ خدانخواستہ ایسی معمولی لغزش سے اگر اس کو کچھ بھی گزند پہنچا تو اس کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ اس کے رسولؐ اور مسلمانوں کے نزدیک آپ حضرات پر ہوگی۔ پاکستان کے تمام علماء کرام کی جانب سے آپ سے دست بستہ درخواست کرتا ہوں کہ للہ ان اختلافات کو بلا تاخیر ختم کیجئے۔ اس وقت میں اپنے بیٹے برخوردار مولانا سمیع الحق اور ڈیرہ اسماعیل خان کے مشہور عالم دین قاضی عبداللطیف صاحب کلاچوی اور راولپنڈی کے معروف عالم دین برخوردار قاری سعید الرحمٰن صاحب کو بطور خصوصی وفد اس غرض سے آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں اور صمیم قلب سے دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مشکل کو آسان فرمادے۔ وہو متیسر کل عسیر۔ اور اگر ضرورت پڑی تو انتہائی کمزوری اور بیماری کے باوجود خود بھی حاضری سے دریغ نہیں کروں گا۔ میرا ارادہ ہے کہ مجاہدین کی بھرپور امداد اور حمایت کیلئے عنقریب پاکستان اور خصوصاً سرحد و بلوچستان کے علماء اور اہل درد حضرات اور صلحاء سے بھی رابطہ قائم کروں۔ اور اس سلسلہ میں آج تک جو کسل واقع ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے۔ اسکی تلافی کیلئے بھی ان سے مشورہ کروں۔"

عبدالحق عفی عنہٗ

وسط جون میں کراچی کے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں وفاق المدارس العربیہ کی مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کا ایک مثالی اجلاس منعقد ہوا جس میں پہلی بار ملک بھر سے ارباب مدارس علماء کرام اور مہتممین مدارس اور کئی ایک اہل علم و فکر نے بحیثیت ارکان و مندوبین اتنی بڑی تعداد میں شرکت فرمائی۔ مجلس شوریٰ کی پہلی نشست میں افغانستان کے سلسلہ میں حسب ذیل قرارداد احقر نے پیش فرمائی جسے تمام شرکاء نے بڑے جوش اور ولولہ سے متفقہ منظور کیا۔ ملک و بیرون ملک اشتراکیت اور اس کے ہمنواؤں کے بارہ میں ملک بھر کے اہل حق علماء و صلحاء اور اہل مدارس کا یہ ایک متفقہ موقف ہے۔ اور اسطرح ایک استصواب رائے بھی کہ الحمدللہ یہاں کے اہل حق علماء اشتراکیت اور اس کے ہمنواؤں اور گماشتوں کے بارہ میں کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے۔ قرارداد کا متن یہ ہے:

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا یہ عظیم الشان اور نمائندہ اجلاس علماء کرام، مشائخ اور طلباء مدارس دینیہ کی اس برادری کو پرزور خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ جو نہایت جانثاری و جانسپاری کے ساتھ افغانستان میں دنیا کی سب سے بڑی استبدادی طاقت اور دشمن انسانیت و مذہب، اشتراکی روس حکومت سے برسرِپیکار ہے۔ جہاں روسی حکومت اور اس کے اشتراکی ہمنواؤں نے مدارس عربیہ کو تہ و بالا کردیا ہے۔ خانقاہیں مسمار ہوچکی ہیں اور مساجد کو تباہ کیا جارہا ہے۔ اور دینی و علمی حلقوں سے وابستہ

ایک ایک شخص کو چن چن کر تہہ تیغ کیا جارہا ہے۔ وفاق المدارس العربیہ کا یہ اجلاس اپنے ان افغانستانی قابلِ فخر سپوتوں اور فضلاء کو بھی سلام کرتا ہے۔ جو وفاق المدارس سے وابستہ مدارس سے فارغ ہوئے اور اب اپنے ملک میں روسی حکومت کے خلاف جہاد میں بدر و حنین جیسے مثالی واقعات کو اپنے خون شہادت سے رقم کر رہے ہیں۔ اور ان فضلاء میں اب تک سینکڑوں جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں۔ وفاق المدارس العربیہ کے نزدیک یہ غیور علماء شمع اسلام پر نثار ہو کر جہاد و عزیمت کا زریں باب رقم کر رہے ہیں۔ جو دنیا بھر کے علماء کیلئے عموماً اور پاکستان کے دینی اور علمی حلقوں کیلئے خصوصاً دعوتِ عمل دے رہے ہیں۔

چونکہ اشتراکیت کی یہ یلغار پاکستان کے دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ اس لئے وفاق المدارس کا یہ اہم اجلاس یہاں کے اہلِ علم اربابِ مدارس خانقاہوں اور دینی مراکز سے وابستہ حلقوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ ان حالات پہ گہری نظر رکھے اور اس بارے میں مسؤلیت خداوندی کا احساس اور جذبہ بیداری کو اپنے اندر پیدا کریں، وفاق المدارس کا یہ اجلاس اس جہاد کو عظیم اسلامی جہاد قرار دیتے ہوئے شہداء کیلئے دعائے مغفرت کرتا ہے۔

★

مدارس عربیہ کے تعلیمی سال کا آغاز شوال سے ہوتا ہے نصاب مدارس کے سلسلہ میں ایک جزوی تجویز پہ مشتمل یہ مکتوب پچھلے دنوں مدارس عربیہ کے بعض احباب کو لکھا گیا تھا۔ کیا عجب الحق کے ذریعہ بھی یہ آواز کسی صاحبِ درد پر اثر انداز ہو سکے۔ مکتوب کے مخاطب مدارس عربیہ کے نظم و تعلیم سے وابستہ حضرات ہیں:

" ہمارے اکابر علم و فضل ہمیشہ سے نصابِ تعلیم میں بہتر سے بہتر جامع اور مفید کتابوں سے استفادہ کی ضرورت محسوس کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ ضرورت خاص طور سے ابتدائی درجات میں طلبہ کو ادب عربی، انشاء گرامر، تاریخ کے سلسلہ میں بے حد محسوس کی جاتی ہے۔ بالخصوص عربی تحریر و ترجمہ اور عربی تکلّم کے سلسلہ میں مروجہ کتب ادب اتنے بہتر نتائج کا ذریعہ نہیں بن رہیں۔ ان کتابوں کے ساتھ یا ان کے متبادل اگر ایسی کتابیں مروّج ہوں جو ابتداء سے بچّوں میں بتدریج عربیت سے مناسبت بھی پیدا کریں اور اس کے ساتھ ہی اسلامی تہذیب و ثقافت دینی رجال و تاریخ سے بھی متعارف کرائیں اور جو ادب اور دین کا دلآویز امتزاج ہوں اور اخلاقی تطہیر کے ساتھ تربیت اسلامی اور ذہن سازی کا کام بھی کر سکیں اور جو بچپن سے قرآن کریم سنتِ نبوی سیرت انبیاء سے بھی مناسبت کا ذریعہ بن سکیں تو اس کے عظیم الشان نتائج ظاہر ہوں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔ الحمدللہ کہ ہمارے پاس اس سلسلہ میں عالمِ اسلام کی معروف و برگزیدہ شخصیت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ جیسے جیّد عالم صاحب طرز مسلمہ ادیب و مورّخ اور دعوت و ارشاد کے

داعیؑ کبیر کی نصابی تصانیف موجود ہیں۔ جو نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم عرب کے کئی مدارس اور جامعات کے نصاب میں شامل ہیں جس کے بہتر علمی، دینی، ادبی، ثمرات کی ایک دنیا قائل ہو چکی ہے۔ ان جامع اور موثر کتابوں کا پاکستان میں مہیا ہونا تقریباً ناممکن تھا۔ مگر ہمارے ایک فاضل دوست مولانا فضل ربی ندوی نے اپنے ادارہ مجلس نشریات اسلام ناظم آباد ۱ کراچی کے ذریعہ ان نصابی کتابوں (قصص النبیین ــــ، القراءۃ الراشدہ مکمل، مختارات من ادب العربی، معلم الانشاء وغیرہ) کو عام کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ طلبہ کے ادبی علمی وفکری تقاضوں کے پیش نظر میری قلبی خواہش اور التجا ہے۔ کہ اللہ کا نام لیکر انہیں تعلیمی سال کے آغاز سے حسب درجات شامل نصاب کریجیئے اساتذہ کو بھی پڑھانے میں دقت نہیں ہوگی۔ کہ تعلیم اور مشق وتمرین کے رہنما اصول بھی ان کتابوں میں موجود ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ مولانا فضل ربی ندوی صاحب سے رابطہ قائم کریجیئے وہ نموتاً کتابیں بھیجدیں گے اور ہر ممکن رعایت سے یہ مطلوبہ کتابیں مہیا فرمادیں گے۔

واللہ یقول الحق وھو یہدی السبیل۔

سمیع الحق
۵ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

نوٹ: جون کے شمارہ میں غلطی سے جلد ۱۶ کی بجائے ۱۷ چھپ گیا ہے۔ قارئین تصحیح فرمالیں۔

بقیہ: ختم بخاری شریف

محض شفقت کی بناء پر حضرت شیخؒ نے عنایت فرمائی اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمادے۔ فرمایا مطالعہ کا حق ادا کرتے رہو اور شرائط کو ملحوظ رکھو اس طرح صحاح ستہ موطائین اور طحاوی شریف کی اجازت بھی دیدی اور میں عرض کرتا ہوں کہ دریا سے پانی نالہ اور پائپ کے ذریعہ ہی آسکتا ہے۔ حضور اقدس کو جبرئیل علیہ السلام کی وساطت سے اللہ تعالیٰ نے یہ علوم عنایت فرمائے۔ پھر آج کے دن تک اساتذہ کا یہ سلسلہ واسطہ بنا رہا میں حد سے زیادہ گنہگار اور جاہل مطلق ہوں۔ مجھ میں کچھ بھی نہیں یہ تو شیخ کی محبت تھی کہ اجازت دیدی مگر یہ شرط تھی کہ محض مرور نہ کروگے۔ مطالعہ سے اور یقین حاصل کرکے پڑھاؤ۔ ہمارے شیخ کے عجیب کرامات تھے۔ ایک یہ زندہ کرامت ہے۔ کہ آج سارے انڈیا میں پاکستان اور کابل میں احادیث کے سلسلہ سے زیادہ تر ان کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ان فیوضات و برکات سے مالامال فرمادے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(اس کے بعد حدیث کے دیگر اساتذہ نے بھی طلبہ کو نصائح اور اجازت سند سے نوازا)

امام بخاریؒ اور صحیح بخاری

اس سال ۲۷ رجب ۱۴۰۱ھ کو دارالحدیث میں ختم بخاری شریف کی تقریب منعقد ہوئی جس میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے حسب ذیل ارشادات سے نوازا۔ (ادارہ)

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان حبیبتان الی الرحمان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان. سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

محترم بزرگو! حدیث اور ترجمۃ الباب کی شرح حضرات اساتذہ فرما چکے ہیں۔ میرا پہلے معمول تھا کہ کچھ کلمات ختم اور افتتاح کے سلسلہ میں عرض کرتا تھا مگر آپ کو معلوم ہے کہ میری بیماری کی وجہ سے جبکہ آج کچھ اس میں اضافہ ہوا ہے۔ خاص معروضات پیش کرنے کی طاقت نہیں۔ بینائی کی کمی اور سینہ کے درد کی وجہ سے زیادہ بولنے سے قاصر ہوں۔

بہرتقدیر یہ موجودہ اجتماع جو علماء و اساتذہ، فضلاء، طلباء اور عملہ اور بعض معاونین کا ختم بخاری شریف کے بارہ میں ہے جس کے بارہ میں ہمارے اکثر اکابر کی رائے ہے کہ حل مشکلات کیلئے ختم بخاری کا مجرّب نسخہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مشکلات حل کر دیتا ہے۔

شیخ جمال الدین فرماتے ہیں کہ میرے استاد اثیر الدینؒ فرماتے تھے کہ میں نے زندگی میں ایک سو بیس مرتبہ مشکلات کے موقعہ پر اس کا ختم کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے وہ تمام مشکلات حل فرما دیں۔ ایک دو یا تین مرتبہ کسی کام کے ہو جانے پر منطقی مزاج شخص تو اسے قضیہ اتفاقیہ قرار دے گا۔ مگر ۱۲۰ دفعہ تجربہ میں تو یہ بات نہیں ہو سکتی۔ اس کے پڑھنے کی برکت سے قحط اور خشک سالی کا خطرہ، وبائی امراض طاعون وغیرہ کی آفت ٹل جاتی ہے۔ بارش کے لئے ختم **بخاری** باعث خیر و برکت ہے۔ حدیث جہاں بھی پڑھی جائے وہاں انوار و برکات نازل ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت سے تلفظ آیات پر منہ سے ایسی شعاعیں نکلتی ہیں، جیسے شمسی شعاعیں شمس سے آتی ہیں اور حدیث شریف پڑھیں تو حدیث کے تلفظ سے انوار و برکات پیدا ہوں

کے چاند کی طرح منتزع ہوتے ہیں۔ گویا قرآن آفتاب ہے تو حدیث ماہتاب۔ یہ احادیث مبارک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مبارک ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شان ہے کہ ابوطالب نے فرمایا:

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ
ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

حضرت ابوطالب نے بارش نہ ہونے کی صورت میں حضورؐ کو بچپن میں اٹھا کر خانۂ کعبہ کی دیوار کے پاس کھڑا کر دیا اور اس نورانی چہرہ کی طفیل و برکت سے بارش کی دعا مانگی جو غریبوں، یتیموں، بیواؤں کے سرپرست و خیرخواہ ہیں۔ آج بھی الحمدللہ الحمدللہ اس اجتماع میں مختلف مقاصد رکھنے والے حضرات جمع ہوتے ہیں یہ ایک ختم نہیں بلکہ اگر ۱۰۰ شرکاء دورۂ حدیث ہیں تو ۱۰۰ ختم ہیں تو جب ایک ختم سے اللہ تعالیٰ مشکلات حل فرماتے ہیں تو ۱۰۰ ختم ہو جانے کے کتنے انوار و برکات ہوں گے۔

حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی بہت بڑے صوفی اور ولی اللہ گذرے ہیں، انہوں نے وصیت فرمائی کہ میرے سکرات اور نزع کی حالت میں حدیث کی تلاوت شروع کی جائے۔ کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ سکرات موت آسان فرما دے۔ شاگردوں نے اس پر عمل کیا تو حدیث کی تلاوت سے ایسے انوار و برکات کا نزول ہوتا ہے۔

یہ کتاب امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کے مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے کہ احادیث کا ایک صحیفہ اور ایک بڑا ذخیرہ آپ نے جمع فرمایا یہ تقریباً ۶ لاکھ احادیث سے آپ نے بڑے سخت شرائط کے ماتحت منتخب فرمایا۔

ما رواہ عدلٌ تام الضبط بسندٍ متصل خالیا من الشذ وذ والعلۃ - ایسے سخت اصول و ضوابط۔ پھر یہ بھی کہ ہر راوی طویل الملازمۃ مع الشیخ بھی ہو۔ امام مسلم کے نزدیک تو امکان ملاقات کافی ہے۔ امام بخاریؒ کے نزدیک نفسِ ملاقات ضروری ہے۔ مگر تتبع و استقصاء سے پتہ چلتا ہے۔ کہ امام بخاریؒ نے نفس ملاقات نہیں بلکہ طویل الملازمۃ مع الشیخ سے روایت کرنے پر عمل کیا ہے۔ تو چھ لاکھ احادیث سے آپ نے سات ہزار دو سو چھہتر (۷۲۷۶) احادیث کا انتخاب فرمایا۔ تو جو کتاب چھ لاکھ احادیث کا مغز ہے۔ اور ایسی کڑی شرائط پر جس کے مؤلف نے پابندی فرمائی۔ اس تعداد میں مکررات بھی ہیں اسے نکال دیں تو چار ہزار بنتے ہیں۔ اور بخاری کی تعلیقات جو ہیں وہ بھی مرفوع ہیں۔ اس کا حساب کریں تو ۹ ہزار احادیث امام نے اسی کتاب میں جمع کر دیں۔ پھر تالیف بھی سولہ (۱۶) سال میں فرمائی۔ جب امام بخاریؒ جیسے ذکی اور فہیم امام جب اسے ۱۶ سال میں جمع کریں تو ہم اگر ۲۰ سال میں بھی قدرے امور پر واقف ہو جائیں تو یہ بھی غنیمت ہے۔

علامہ الجزائری کی رائے ہے کہ تین ہزار چار سو پچاس (۳۴۵۰) تو تراجم آپ نے قلمبند کئے۔ اللہ نے دین کی حفاظت

کا انتظام فرمایا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ اللہ نے امام کو بچپن سے فہم و ذکاوت دی۔ بخارا میں حدیث کے درس میں آپ بچپن سے شامل ہوا کرتے۔ اور وہ زمانہ ایسا تھا کہ ایک ایک درس میں ہزارہا ہزار کی تعداد میں امراء حکام، تجار، علماء ہر طبقہ کے افراد شرکت کرتے ایسا بھی ہوا کہ حدیث پڑھانے میں منادی و مکبّر کی ضرورت پڑ جاتی۔ جیسے نماز میں امام کی تکبیر کے بعد مکبّرین ہوا کرتے ہیں کہ پچھلے صفوں میں تکبیر سنی جائے۔ آجکل تو لاؤڈ سپیکر اس کا کام کرتا ہے۔ مگر اس وقت قاری کی آواز نہ پہنچتی تو دوسرا قاری اس طرح تیسرا حدیث اور درس اوروں تک پہنچاتا۔ ایک ایک درس میں چالیس چالیس ہزار قلم دوات گنے گئے۔ تو نہ لکھنے والے واللہ اعلم کتنی تعداد میں ہوں گے۔

مجلس میں ایک ایک لاکھ افراد بھی شریک ہوئے تو امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تعلیم حدیث کیلئے پیدا کیا تو بچپن میں شوق پیدا کیا دس سال کے لگ بھگ کم عمر میں بخارا کے ایک محدّث کے درس میں شرکت کرتے۔ بچّے تھے، طلبہ تعجب کرتے کہ کیا کر رہے ہیں۔؟ دن بھر جان تھکاتے ہو۔ جاؤ کہیں کھیلو کودو۔ چودہ پندرہ دن یہی حالت رہی۔ سولہویں دن مذاق کرنے والے طلبہ کو فرمایا کہ میں فضول وقت ضائع نہیں کرتا۔ ان ایام میں کئی ہزار احادیث سنائی جا چکی تھیں۔ اب ان کو آپ نے ایک ایک دن کے حساب سے پڑھنا شروع کیا۔ پھر دوسرے دن کی مثلاً ایک ہزار حدیث۔ الغرض پندرہ دن کی احادیث سنا دیں۔ لوگ حیران رہ گئے۔ پھر اپنے مسوّدوں کی آپ سے تصحیح کرنے لگے۔ یہ ذہانت اور حافظہ اللہ نے ان کو دیا۔

صحیح مسلم کا انتخاب ۳ لاکھ احادیث سے ہوا ہے۔ سنن ابو داؤد ۵ لاکھ سے اور صحیح بخاری ۶ لاکھ احادیث سے ہوا ہے اس میں تکرار بھی ہے تو حقیقۃً تکرار نہیں کہ ہو بہو کسی فرق کے بغیر تکرار ہو بلکہ حدثنا حدثنی یا اس طرح کا کوئی فرق ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت کعب کی حدیث دس دفعہ آئی ہے۔ تو ہماری نظر میں تو تکرار ہے مگر حقیقت میں ان سب مقامات میں فرق کے ساتھ ہے۔ سند میں یا متن میں یا کسی اور طریقہ سے فرق ہے۔

پھر اتنا اہتمام وعظمتِ حدیث کہ ہر حدیث کے ترجمۃ الباب کیلئے غسل فرما لیتے صاف کپڑے پہن لیتے۔ عطر لگا لیتے مراقبہ فرما کر اور اگر حرم شریف میں ہوتے تو رکن و مقام کے درمیان مدینہ منوّرہ میں ہوتے تو روضۂ اطہر کے سامنے مراقبہ ہو جاتے پھر دو رکعت نفل پڑھ لیتے مکمل اطمینان کے بعد اندراج فرماتے تو اگر نو ہزار احادیث و تعلیقات ہیں تو ۹ ہزار دفعہ غسل فرمایا اٹھارہ ہزار رکعت نفل پڑھے۔ یہ عبادت اور عمل صرف تصنیف بخاری کے لئے تھا۔ اب اس اخلاص سے جس کتاب کی تدوین فرمائی — تو

بے جا نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اتنی مقبولیت دی کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری ۔ کا درجہ اکثریت نے اسے دیا۔

امام محمد بن احمد مروزی ایک عالم و محدث ہیں فرماتے ہیں کہ میں رکن و مقام کے درمیان ایک دفعہ مراقبہ میں تھا کہ آنکھ لگ گئی۔ دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں دست بستہ کھڑا ہوں ۔ تو فرمایا : اے مروزی کب تک امام شافعی کی کتاب پڑھاتے رہوگے ۔ میری کتاب کیوں نہیں پڑھاتے ، آپ نے پوچھا آپ کی تالیف کون سی ہے ۔ فرمایا ۔ الجامع الصحیح للبخاری ۔ تو حضور اقدس ﷺ نے اس کتاب کی نسبت اپنی طرف فرمائی ۔ حضور خاتم النبیین ہیں نہ یقظۃ میں شیطان متمثل بشکلہ ہو سکتا ہے ۔ نہ خواب میں ہو سکتا ہے ختم نبوت اور وحی کی حفاظت کی بناء پر یہ انتظامات ہیں۔ تو امام مروزی کی رؤیا سے حق میں اسے حضور نے اپنی کتاب قرار دیا۔ اس کے ساتھ جو زہد و تقویٰ امام کا تھا جو قناعت تھی وہ بھی بے مثال ایک دفعہ آپ بیمار ہو گئے ڈاکٹروں نے معائنہ کیا۔ قارورہ طبیبوں نے دیکھا تو کہا کہ یہ تو کسی راہب کا قارورہ ہے ۔ کہ اس میں چکناہٹ کا اثر ہی نہ تھا ۔ معلوم کیا تو پتہ چلا کہ امام ایک عرصہ سے صرف جو کی روٹی پر قناعت کر رہا ہے ۔ بغیر گھی وغیرہ کے خشک روٹی ۔

اللہ تعالیٰ نے دولت بھی دی تھی مضاربت پر کاروبار چلاتے کسی مضارب نے مال فروخت کیا تو خریدنے والے نے ۲۵ ہزار روپے دبا لئے ۔ کسی نے کہا اُس علاقہ کے حاکم و گورنر کو لکھ دیں وہ وصول کرائے گا ۔ وہ آپ کا شاگرد یا معتقد ہے ۔ مگر آپ نے فرمایا کہ آج تو وہ مان کر رقم وصول کرا دے گا ۔ کل اسکو کوئی ضرورت پڑ گئی تو الانسان عبد الاحسان ۔ کل اس کی خاطر میں کسی ناجائز بات پر دستخط نہ کر دوں تو میں دین کو حاکموں پر فروخت نہیں کر سکتا حکام کا زیر بار نہیں بن سکتا دین کو دنیا پر فروخت نہیں کر سکتا تو مقروض کی شکایت حاکم کو گوارا نہ کی یہ تو معمولی حاکم ہوگا ۔ خود حاکم بخارا نے دربار میں طلب کیا کہ آکر بخاری شریف اور کتاب التاریخ مجھے پڑھا دیں ۔ کہا : نعم الامیر علی باب الفقیر و بئس الفقیر علی باب الامیر ۔ میں دربار میں ٹیوشن پڑھانے آؤں آپ کہیں کہ اب وفد آیا ہے ۔ آج امور مملکت میں مصروف ہیں ۔ تو فرمایا میں ایسا نہیں کر سکتا تجھے حدیث کی طلب ہے تو میرے دربار میں آنا ہوگا ۔ امیر نے کہا کہ اچھا تو میرے شہزادوں کو جب آپ کے پاس آئیں تو تنہائی میں پڑھا دیا کریں کہ عوام اس مجلس میں شریک نہ ہوں ۔ سوات ملا ۔ باجوڑ ملا کو ساتھ نہ بٹھائیں ۔ اس پیریڈ میں تو جیسے کفار مکہ کہتے تھے کہ ہم بلال و صہیب و عمار کے ساتھ آپ کی مجلس میں بیٹھ نہیں سکتے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی (الآیۃ) امام بخاری نے فرمایا کہ نہیں اگر کوئی اس مجلس میں بیٹھنا

چاہے تو میں حضور اقدس ؐ کے انوار و برکات اور علوم و احادیث میں بخل نہیں کر سکتا کہ کسی کو محروم کر کے اٹھا دوں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو بادشاہ کو لگی لپٹی بغیر جواب دیا۔ بخارا سے شہر بدر کر دئے گئے تو خرتنگ مقام تشریف لے گئے جو سمرقند کے قریب تھا۔ سمرقند کے لوگوں نے بلایا۔ درخواست پیش کی۔ آپس میں بھی ان لوگوں کا اختلاف ہوا کہ امام بخاریؒ آجائیں یا نہیں۔ محمد بن الذھلی ایک عالم تھے جو امام بخاری کو خلق قرآن کے قائل ہونے کی نسبت کرتے کہ ان کی رائے میں لفظی بالقرآن مخلوق ہے۔ حالانکہ امام کا مقصد یہ تھا، کہ ملفوظ تو قدیم قدیم موردو تو قدیم سے کلام نفسی ہے جو غیر مخلوق ہے۔ قدیم تو کلام نفسی ہے۔ اللہ کی صفت ہے۔ اور اس کا ظہور کلام لفظی میں جس پر آپ اور میں تلفظ کرتے ہیں وہ حادث ہے۔ مگر ملفوظ قدیم ہے۔

مقابلہ کا دور تھا۔ امام احمدؒ کی ابتلاء کا دور دورہ تھا۔ کسی نے ہنگامہ اٹھایا۔ اختلاف کرنے والے ہر جگہ ہوتے ہیں اب آپ لوگ علاقوں میں جائیں گے تو اپنے بلاد و اوطان میں اجتماعات میں قبروں پر مجامع میں اختلافی مسائل سے گریز کریں مسئلہ حیات انبیاء یا کلام اللہ حادث یا قدیم ہے۔ ایسے مسائل کو عوام کیا سمجھتے ہیں کہ آپ جا کر اسے چھیڑ دیتے ہیں۔ نتیجۃً پرانے علماء مخالفت پر کربستہ ہو جاتے ہیں۔ کہ یہ نیا وہابی کہاں سے آیا وہ مخالف بن جاتے ہیں۔ پھر صحیح مسئلہ بھی اس کا نہیں سنتے تو جہاں امام بخاریؒ گئے غالباً نیشاپور، تو لوگ ملاقات کے لئے ٹوٹ پڑے۔ کسی نے پوچھا کلام مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ آپ خاموش رہے۔ ٹالدیا۔ دوسرے دن پھر یہی مسئلہ چھیڑ دیا۔ آپ پھر بھی خاموش رہے۔ تیسرے دن پھر چھیڑا تو آپ نے مجبور ہو کر اتنا کہا کہ لفظی بالقرآن مخلوق۔ حتی الوسع آپ گریز کرتے رہے۔ یہ نہیں کہ حق ظاہر کرنے سے پہلو تہی کرنی تھی۔ امام ابوحنیفہؒ سے طلبہ نصیحت کا تقاضا کرتے تو آپ نے من جملہ اور نصائح کے یہ بھی کہا کہ گاؤں اور علاقوں میں جاؤ گے تو لوگ مسئلہ دریافت کریں گے۔ تو میرا قول اولاً پیش نہ کریں۔ بلکہ اور آئمہ اور علماء مثلاً سفیان امام زہری جیسے اکابر کے اقوال پیش کر دیں پھر اگر میرا قول پیش کرنا چاہیں تو اس کے ساتھ وہ بھی پیش کر دیں۔ مگر اولاً مجھے ہدف نہ بنائیں کہ اس پر بحث اور مناظرے چھڑ جائیں۔ امام اعظم کا تبحر علمی ظاہر ہے۔ کہ کتنا عظیم تھا۔ مگر کسی نے ایک مسئلہ میں دریافت کیا تو جواب آپ نے دیدیا۔ سائل نے کہا کہ حسن بصری کی تو یہ رائے نہیں۔ امام اعظم کے منہ سے نکلا کہ۔ اخطاءؒ۔ کہ ان کی رائے درست نہیں۔ وہ شخص گالیاں دینے لگا اور کہا: یا ابن الزانیۃ اخطا الحسن۔ طلبہ یہ دیکھ کر جوش میں آگئے، آپ نے طلبہ کو روک کر اس معترض کو نرمی سے بلایا پاس بٹھلایا اور سمجھایا کہ حسن بصری کے یہ دلائل ہیں اور اس مسئلہ میں میرے یہ دلائل ہیں۔ اب تم خود اس میں فیصلہ کر لو تو نہ تو اسے ڈانٹا نہ مارا نہ پیٹا۔ بلکہ سمجھا دیا۔ تو ہمارے اکابر نے ایسے تحمل اور حلم سے کام کیا حضرت شاہ اسماعیل شہید کی جلالی شان تھی مگر دہلی کی جامع مسجد میں کسی نے

مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب دیا، کسی نے کہا : یا ابن الزانیۃ ۔ تو ایسی بات کرتا ہے ۔ حضرت شاہ صاحب نے نرمی سے بلا کر اسے کہا کہ میرے والدین کے نکاح کے گواہ موجود ہیں ۔ الحمدللہ میں انہیں اب بھی حاضر کر سکتا ہوں ۔ ایسے جلالی ہستی کا اتنا تحمل اور بردباری تو امام بخاری کا بھی ایسا ہی تحمل تھا ۔ سمرقند نہ گئے حاسدین نے خرتنگ میں بھی پریشان کر دیا اور امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ علماء پر شیطان نے حسد کا جھنڈا گاڑ دیا ہے ۔ ورنہ تجار پر شیطان نے کذب اور دروغ گوئی کا ۔ تو حسد و معاصرت کی وجہ سے امام بخاری پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا ۔ امام نے دعا کی یا اللہ اپنی وسعتوں کے باوجود زمین مجھ پر تنگ ہو چکی ہے اگر آپ کو منظور ہو تو مجھے اپنے دربار میں بلا لو ۔ امام نے چلنے کا ارادہ کیا موزے پہنے ۔ چند قدم چلے تھے کہ پسینہ چھوٹ گیا ۔ فرمایا اپنے بستر پر لے جاؤ اپنے کمرہ میں لائے گئے ۔ عیدالفطر جمعہ کی رات ۲۵۶ھ میں آپ کا انتقال خرتنگ میں ہوا جو پہلے جس نام سے بھی تھا ۔ مگر وصال کے بعد وہاں جانے والوں کا ایسا ہجوم ہو گیا کہ وہاں جانے کیلئے گھوڑا وغیرہ نہیں مل رہا تھا ۔ خر کی سواری بھی اتنی بڑھ گئی کہ خر کی سواری بھی نہ ملتی تو خرتنگ کہلایا وفات کے بعد قبر سے عالم برزخ کی خوشبو پھیلنے لگی یہ احادیث رسول کی خوشبو تھی ، دین کی خوشبو تھی ۔ ۶ ماہ تک اثرات نمایاں تھے لوگ مزار سے مٹی بھر بھر کر لے جاتے ۔ دن بھر میں قبر گڑھا بن جاتی اور دوبارہ بھری جاتی ۔ پھر لوگوں نے دعا کی کہ یا اللہ یہ کرامت اب مستور ہو جائے کہ قبر گڑھا بننے سے محفوظ ہو ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے بجائے محسوس کے معقول بنا دیا ۔ اکتفاء عالم برزخ پر کر دیا ۔

جمالِ ہمنشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

میری کوئی خوبی نہیں میں تو وہی خاک ہوں جو تھا ۔ خلق الانسان ضعیفاً ۔ کہ جمالِ ہمنشین کہ احادیث کی برکات سے متاثر تھے ۔ بعد الموت اثرات قبر سے بھی نمایاں ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ امام کے درجات اسطرح نہایت عالی اور بلند فرما دے ۔

دیکھئے ہمارے فضلاء اب تک تو بڑے اطمینان سے وقت گذار رہے تھے مگر اب جا کر معاش کی فکر لاحق ہو گی ۔ رہائش قیام شادی کے مسائل سامنے آئیں گے اب تک مدرسہ پر زور تھا ۔ تو یاد رکھئے جس اللہ نے ماں کے پیٹ میں رزق دیا ڈھائی سال ماں کے سینہ سے دودھ دلوایا پھر اب تک اس جوانی میں کہ ہر طرح قحط مہنگائی وغیرہ کا دور بھی آیا مگر طلبہ دین علماء و فضلاء کی زندگی اب بھی متوسط لوگوں کے برابر یا اس سے بہتر ہے ۔ اب گاؤں جا کر ہفتہ دس دن بعد عزیز و اقارب کہیں گے کہ تیار کب تک کھاؤ گے ۔ اب نکلو کھیتی باڑی کرو ، کوئی کام سنبھالو لیکن اگر قرآن و حدیث کی خدمت کا دامن آپ نے تھام لیا ۔ اللہ کی

رضا کیلئے دین کی خدمت کے لئے کمربستہ ہوگئے۔ تو اللہ تعالیٰ جس طرح اب تک اطمینان سے رزق دیتا رہا پھر بھی وہی حفاظت فرمائے گا۔ امام ابوحنیفہؒ ۱۵ - ۱۶ برس کی عمر میں منیٰ گئے اپنے والد کے ساتھ تھے۔ وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ اردگرد جمگھٹا لگا ہے۔ امام نے جاکر دیکھا نورانی بزرگ درمیان میں بیٹھے ہیں کسی سے پوچھا یہ کون ہیں۔؟ کہا گیا کہ حضور اقدسؐ کے صحابی حضرت عبداللہ بن جزءؓ ہیں اور حدیث پڑھاتے ہیں۔ والد مجھے میری خواہش پر نزدیک لے گئے تو پہلی حدیث ان سے جو سنی اس کا مفہوم یہ تھا کہ جس کسی نے اللہ کی رضا کیلئے تفقہ فی الدین حاصل کرلی تو فکرِ معاش اور طلب رزق سے اُسے بے فکر کرا دوں گا۔ تو اللہ نے آج تک جو مہربانی آپ کے ساتھ فرمائی کہ اپنے بندوں کے قلوب میں ڈالدیا کہ وہ تعاون کریں۔ بے فکر بنا دیا کہ آپ کو تعلیم کا موقع ملے تو اگر یہ سوچ لو کہ جو دین حاصل کرلیا ہے اب اوروں تک پہنچانا ہے۔ اور بغیر کسی لالچ اور [illegible] کے، تو انشاء اللہ اب طالب العلمی سے بھی بڑھ کر اطمینان و بے فکری کی زندگی گھر میں اور باہر دنیا اور آخرت کی اللہ تعالیٰ عطا فرمادے گا۔

میرے بھائیو! یہ احادیث کا پڑھنا پڑھانا تو محض ایک ربط اور مناسبت پیدا کرنا تھا۔ ترجمۃ الباب اور حدیث میں ربط کیسے ہوا۔؟ ائمہ محدثین نے اس کے استنباط کیسے فرمائے۔ ایسے طریقے سامنے آئے تو یہ نہیں کہ اب ہم فارغ ہوکر محدث بن گئے ۶ ماہ بھی بمشکل دورۂ حدیث پڑھ چکے ہوں گے۔ تو اس سے احادیث محفوظ ہوجانے اور عالم بن جانے کا کیسے زعم پیدا ہوجاتے، نہیں محض ایک مناسبت اور تعلق قائم ہوا آپ نے اس درسگاہ میں اساتذہ کی تقاریر کی روشنی میں پڑھانے کا مطالعہ و استنباط کا طریقہ دیکھ لیا۔ اب جاکر کامل مکمل مطالعہ کروگے اور جب تک حدیث کے فہم و تفہیم پر یقین نہ آئے تو حدیث مت پڑھاؤ، لاادری کہنا عار نہ سمجھو یہ عین کمال ہے۔ ہمارے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ جن کے فیوضات سے یہ عالم فیض یاب ہورہا ہے۔ فرمایا کرتے کہ واللہ العظیم قاسم اس دیوار سے بھی جاہل ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر ان پڑھ ہے اور یہ اس لئے فرماتے کہ اس دیوار پر جو شعاع شمس پڑھتے ہیں تو ظاہر بین اسے روشن اور سفید سمجھے گا مگر حقیقت بین کہے گا کہ نہیں دیوار میں کچھ بھی نہیں یہ تو سورج کا کمال ہے۔ اس کی کرنیں ہیں جو اسے منور بنا رہی ہیں۔

تو یہ علم بھی من جانب اللہ ہے۔ ذاتی کمال نہیں۔ انّما انا قاسم واللّٰہ یعطی۔ تو مولانا قاسم بھی اس طرح فرماتے۔ امام مالک کتنے عظیم عالم محدّث اور مجتہد تھے ۴۰ مسائل دریافت ہوئے تو ۳۶ مسائل کے بارہ میں فرمایا لاادری (میں نہیں جانتا) صرف ۴ کا جواب دیتے ہیں۔ اگر لاادری کہنا نقص و عدم کمال تھا۔ تو امام مالک آج امام مالک نہ ہوتے۔ تو ہم اب حدیث کے عالم نہیں بنے یہ نہ سمجھیں کہ ہم حدیث کے عالم ہوگئے ہیں۔

توجب صحت و اصابت مراد کا یقین ہو تب بیان کریں۔ پھر یہ بھی خیال رکھو کہ اختلافات سے حتی الوسع گریز کرو جہاں جاؤ گے تو کسی عالم اور مولوی نے امام مسجد نے پہلے سے اپنا ایک حلقہ بنایا ہوگا تم نئے گئے ہو گے کوئی حلقہ بھی نہیں ہوگا۔ جاتے ہی اس سے الجھ جاؤ گے۔ تو وہ آپ پہ کیا حکم لگائے گا۔ عوام میں اعتماد پیدا کیا نہیں تو اپنی بدنامی کراؤ گے تو اختلاف سے اجتناب کیا کرو۔

سندِ حدیث | میں نے بخاری شریف و ترمذی شریف دونوں شیخ العرب والعجم امام المجاہدین مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز سے پڑھیں قراءتاً بعض مقامات سماعاً پڑھے۔ حضرت مولانا نے حضرت مولانا محمود الحسن شیخ الہندؒ سے پڑھے جن کا ترجمہ اردو میں مروّج ہے۔ اور افغانستان میں فارسی میں مروّج ہے۔ کہ ایسا بہترین ترجمہ کم ہی ہوگا۔ بہت بڑا مقام ہے شیخ الہندؒ کا۔ اور ترجمہ کے کام پہ ایسے خوش تھے کہ رو رو کر فرماتے تھے کہ ساری زندگی تو ویسے گذری البتہ میں نے حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے ترجمہ کو با محاورہ کر دیا اسے بغل میں لیکر اللہ تعالیٰ کے در پہ حاضر ہوں گا کہ یا اللہ اور تو کچھ نہ ہو سکا۔ البتہ یہ خدمت میں نے کی تو اسے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔ حضرت شیخ الہندؒ جہاد و عزیمت کے امام تھے زندگی جہاد میں گذری انہوں نے یہ امانت حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ سے حاصل کی جو قاسم العلوم والخیرات تھے۔ ان کی تصانیف آبِ حیات قبلہ نما وغیرہ ایسی ہیں کہ متقدمین کے عہد میں ہوتے تو غزالی و رازی کا مقام و درجہ پاتے کہ اس پایہ کی ہستی ہیں حیرت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہاں کہاں سے یہ فیضان علوم ان پر فرمایا۔ اب جو مدارس ہند و پاکستان میں ہیں ان ہی کے اخلاص کا نتیجہ ہے۔ صرف یہ نہیں ہندوؤں سے عیسائیوں سے مناظرے دین کے لئے کئے ان کی خدمات بے نظیر ہیں۔

حضرت نانوتویؒ نے حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے انہوں نے حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی سے جو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے نواسے ہیں سے سند حدیث حاصل کی ان کی سند ترمذی شریف کے آغاز میں درج ہے۔ دسویں ہجری تک حدیث کے علوم مصر و شام و عرب میں تھے۔ مگر ہندوستان میں اسکی ترویج اتنی نہ تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ دو دفعہ حجازِ مقدس گئے دو دفعہ حدیث کا دورہ کیا پہلے اپنے والد ماجد سے پھر مدینہ و مکہ میں وہاں سے آکر صحاح ستہ کی ترویج و اشاعت ہندوستان میں فرمائی۔ موطا امام مالک کی دو شرحیں کیں۔ یہ اشاعت حدیث شاہ ولی اللہ دہلوی کا صدقہ ہے۔ ان کے اساتذہ کا سلسلہ سے ترمذی کے آغاز میں بخاری شریف کا سلسلہ بھی مذکور فی الکتب ہے۔ امام بخاری اور امام ترمذی کے اساتذہ کا سند ہر حدیث کی سند ہے۔ جو حدثنا حدثنی یا اخبرنا کیساتھ مذکور ہے جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتی ہے۔ ہمیں یہ اجازت اہلیت کی بناء پر نہیں بلکہ

باقی صہ پہ

جناب مولانا انوار اللہ باچا صاحب
اسسٹنٹ پروفیسر انجینئرنگ یونیورسٹی۔ پشاور

رجم ـــــــ ایک اسلامی سزا

ظہور اسلام کے وقت عربوں میں زنا کے لئے کوئی خاص سزا مقرر نہ تھی کیونکہ زنا ان کے ہاں قابل سزا جرم تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ البتہ بعض قبائل میں زنا کے مرتکب کو قتل کیا جاتا تھا۔ نیز ان کی معاشرتی زندگی کے اصول کے مطابق جب مالدار اور بااثر آدمی کی بیوی، بہن یا بیٹی کے ساتھ کوئی غریب آدمی زنا کرتا تو اس آدمی کو سزا دی جاتی تھی اور مالدار کو اس قسم کی سزا سے مستثنیٰ کیا جاتا تھا۔[1]

چونکہ زنا نظام انسانیت اور حفاظت نسب کو تباہ و برباد کرتا ہے اس لئے تمام مذاہب اور متمدن معاشرتی نظاموں نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔ البتہ اس کی سزا دینے میں کچھ اختلافات ہیں۔ اسلام نے دوسرے جرائم کی طرح زنا کو بھی تدریجاً ممنوع اور حرام ٹھہرایا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے زنا کو فحش ٹھہرا کر اس کے قریب جانے سے مسلمانوں کو روک دیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

ولا تقربوا الزنیٰ انہ کان فاحشۃ وساء سبیلاہ
اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ کیونکہ یہ فحش کام اور برا راستہ ہے۔

یعنی زنا کا ارتکاب تو بڑی بات ہے اس کے دواعی اور اسباب سے بھی رک جاؤ۔ اور ایسا کام بھی نہ کرو جس کے کرنے کے بعد تم زنا کرنے پر مجبور ہو جاؤ۔ یعنی عورت کو چھونا۔ چومنا۔ بوسہ دینا۔ بدنیت سے دیکھنا وغیرہ سے پرہیز کرو۔ اس کے بعد سورۃ نساء کی پندرھویں اور سولھویں آیات نازل ہوئیں جن میں زنا کو قابل سزا جرم قرار دے کر اس کی ابتدائی سزا مقرر کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

واللّٰتی یاتین الفاحشۃ من نساءکم ...... او یجعل اللہ لھن سبیلاہ (۴ : ۱۵)
تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو۔ اور اگر وہ گواہی دیں تو ان کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت

---

[1] تاریخ العرب قبل الاسلام۔ ڈاکٹر جواد جہارم ص ۲۱۲

آجائے یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ نکال دے۔

والذان یأتیانها منکم فآذوهما فان تابا و اصلحا فاعرضوا عنهما ان الله توابا رحیماہ (۴ : ۱۶)

اور تم میں سے جو اس فعل کا ارتکاب کریں ان دونوں کو تکلیف دو۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں تو انہیں چھوڑ دو کہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

مندرجہ بالا آیتوں میں زنا کی سزا بیان کی گئی ہے۔ پہلی آیت صرف زانیہ عورتوں کے لئے ہے اور ان کی سزا یہ ارشاد ہوئی کہ انہیں تاحکم ثانی قید رکھا جائے۔ دوسری آیت زانی مرد اور زانیہ عورت دونوں کے بارے میں ہے کہ دونوں کو اذیت دی جائے یعنی مارا پیٹا جائے اور ان کی تذلیل کی جائے۔ یہ زنا کی سزا کے متعلق ابتدائی حکم تھا۔

یہاں یہ بھی ذکر نامناسب ہے کہ مذکورہ بالا آیتوں کے متعلق مفسر سدی نے یہ رائے دی ہے کہ پہلی آیت منکوحہ عورتوں کے لئے ہے اور دوسری آیت غیر شادی شدہ مرد و عورت کے لئے۔ لیکن اس کی تائید میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

اس کے علاوہ ابو مسلم اصفہانی کی رائے یہ ہے کہ پہلی آیت عورت اور عورت کے ناجائز تعلق کے بارے میں ہے اور دوسری آیت مرد اور مرد کے ناجائز تعلق کے بارے میں ہے۔ لیکن اس کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ عہد نبوت کے بعد جب یہ سوال پیدا ہوا کہ مرد اور مرد کے ناجائز تعلقات پر کیا سزا دی جائے۔ تو کسی بھی صحابی نے یہ نہیں فرمایا کہ اس کا حکم مذکورہ آیت میں موجود ہے۔ بلکہ اس جرم کے لئے اور سزائیں تجویز کی گئیں۔ پھر ان آیات کے بعد اسی سورت کی پچیسویں آیت نازل ہوئی جس میں شادی شدہ لونڈی کے ارتکاب زنا کی سزا بیان کی گئی ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہے۔

ومن لم یستطع منکم طولاً ان ینکح المحصنات المومنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات ...... فاذا احصن فان اتین بفاحشة فعلیهن نصف ما علی المحصنات من العذاب (نساء ۲۵)

اور تم میں سے جو لوگ اتنی مقدرت نہ رکھتے ہوں کہ مومنوں میں سے محصنات کے ساتھ نکاح کریں تو وہ تمہاری مومن لونڈیوں میں سے نکاح کریں پھر اگر وہ لونڈیاں محصنہ ہو جانے کے بعد کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو محصنات کو ایسے جرم پر دی جائے۔

سورہ نساء کی مذکورہ پندرھویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا کہ ان کے لئے کوئی اور سبیل نکال دے۔ تو اس سبیل مذکورہ اور موعودہ کے بارے میں آنحضرت صلعم کی ایک حدیث ہے۔ جو مسلم۔ مسند احمد۔ سنن نسائی۔ ابوداؤد۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں عبادہ بن صامت کی روایت سے اس طرح آتی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

خذوا عنّی خذوا عنّی قد جعل اللہ لھن سبیلاً البکر بالبکر جلد مائۃ و تغریب عام و الثّیب بالثیب جلد مائۃ والرجم	مجھ سے حاصل کرو۔ مجھ سے حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ نے زانی مرد و عورت کے لئے وہ سبیل جس کا وعدہ سورہ نساء کی آیت میں ہوا تھا اب پورا ہوا وہ یہ کہ غیر شادی شدہ مرد و عورت کے لئے سو کوڑے اور سال بھر جلاوطنی اور شادی شدہ مرد و عورت کے لئے سو کوڑے اور سنگساری۔

یہاں یہ بھی ذکر کرنا مناسب ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو چونکہ ابھی قوانین اسلام نازل نہیں ہوئے تھے اس لئے یہود و نصاریٰ کے فیصلے آپ ان کی کتابوں کے مطابق کیا کرتے تھے چنانچہ انہی دنوں کا ایک واقعہ ہے۔ جو حدیث کی کتابوں میں مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی مرد اور یہودی عورت کو پیش کیا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا۔ حضورؐ یہود کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت کیا کہ تورات میں زنا کرنے والوں کی کیا سزا ہے۔ وہ بولے ہم دونوں کا منہ سیاہ کرتے ہیں اور دونوں کو سواری پر سوار کرتے ہیں اور ایک کا منہ اس طرف اور دوسرے کا منہ ادھر کرتے ہیں۔ اور پھر دونوں کو سب جگہ گشت کرایا جاتا ہے آپ نے فرمایا اچھا تورات لاؤ اگر تم سچے ہو۔ چنانچہ وہ لے کر آئے۔ اور پڑھنے لگے۔ جب رجم کی آیت آئی تو جو شخص پڑھ رہا تھا اس نے اپنا ہاتھ اس آیت پر رکھ دیا اور آگے پیچھے کا مضمون پڑھ لیا۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو حضورؐ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ اسے حکم دیجئے کہ اپنا ہاتھ اٹھا لے اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو رجم کی آیت ہاتھ کے نیچے سے نکل آئی۔ پھر آپؐ نے دونوں کے متعلق حکم فرمایا تو وہ سنگسار کردئے گئے [1]

زنا سے منع کرنے کے بعد اس کی سزا کے تسلسل میں آخری حکم قرآن کریم میں سورۂ نور کی دوسری آیت میں نازل ہوا جو حسب ذیل ہے:۔

---

[1] مسلم کتاب الحدود جلد ۲ ص ۹۴، ۹۵ مطبوعہ قرآن محل کراچی حدیث ۱۹۳۲

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ (نور آیت ۲)
زانیہ عورت اور زانی مرد۔ دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔

یہ زنا کی سزا سے متعلق قرآن کریم کی آخری آیت ہے۔ صحیح بخاری میں یہ بھی روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ سورہ نسا میں جو وعدہ کیا گیا تھا او یجعل اللہ لھن سبیلا۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی اور سبیل بنا دے۔ تو سورہ نور کی آیت نے وہ سبیل بتا دی۔ یعنی سو کوڑے مارنے کی سزا۔ عورت و مرد دونوں کے لئے متعین فرما دی۔ اس کے ساتھ ہی حضرت ابن عباسؓ نے سو کوڑے مارنے کی سزا شادی شدہ عورت کے لئے مخصوص قرار دے کر فرمایا۔ یعنی الرجم للثیب والجلد للبکر یعنی وہ سبیل اور سزائے زنا کی تعیین یہ ہے کہ جس شادی شدہ مرد یا عورت سے یہ گناہ سرزد ہو تو ان کو سنگسار کر کے ختم کر دیا جائے۔ اور اگر غیر شادی شدہ مرد یا عورت اس گناہ کے مرتکب ہوں تو ان کو سو کوڑے مارے جائیں[1]۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ سورہ نور کی مذکورہ آیت میں ارتکاب زنا کی سزا جو سو دُرّے ہیں عام ہے۔ اور اس میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی تفریق نہیں ہے۔ لیکن اس کا حکم غیر شادی شدہ مرد و عورت کے ساتھ مخصوص ہونا اور شادی شدہ کے لئے رجم ہونا عبد اللہ بن عباسؓ کو اوپر والی حدیث سے معلوم ہوا ہو گا۔

ایک اور حدیث جو حضرت ابو امام سہل بن حنیف سے مروی ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے اس دن جب کہ وہ گھر میں محصور تھے اوپر سے جھانکا اور فرمایا۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کا خون کرنا حلال نہیں مگر تین باتوں میں سے ایک کے ساتھ نکاح کے بعد زنا کرے۔ یا مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو جائے۔ یا کسی کو بغیر حق کے (ظلماً) قتل کرے[2]۔

صحاح کی ایک اور حدیث میں جو ابو ہریرہ رضا اور زید بن خالد جہنی سے مروی ہے۔
آیا ہے کہ ایک دیہاتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ میرا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کر دیں۔ دوسرا خصم بولا اور وہ اس سے زیادہ سمجھدار تھا کہ جی ہاں! ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجئے اور مجھے بولنے کی اجازت دیجئے۔

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر صہ ۶۵۷ ۔ مطبوعہ قرآن محل کراچی [2] جامع ترمذی جلد دوم۔ ابواب الفتن صہ ۴۳ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی۔

تو حضورؐ نے فرمایا، وہ بولا

میرا لڑکا اس کے ہاں ملازم تھا۔ اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ مجھے اس بات کی خبر دی گئی کہ میرے لڑکے پر رجم واجب ہے۔ تو میں نے اس کا بدل سو بکریاں اور ایک لونڈی دے دی۔ اس کے بعد میں نے اہل علم سے دریافت کیا انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے لڑکے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے گا۔ اور اس کی بیوی پر رجم۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میں تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ لونڈی اور بکریاں تو تمہیں واپس ہیں۔ اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال جلاوطن رہے گا۔ اور اے انیس! تو صبح اس عورت کے پاس جا۔ اگر وہ اقرار کرے تو اسے رجم کرو۔

چنانچہ وہ صبح گئے تو اس عورت نے اقرار کیا۔ حضورؐ نے حکم دیا اور وہ رجم کی گئی[1]

صحاح کی ایک اور حدیث جو مسلم نے بریدہؓ سے روایت کی ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے اور زنا کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں۔ آپ نے اسے واپس کر دیا۔ وہ پھر حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے دوسری مرتبہ بھی واپس کر دیا۔ اس کے بعد حضورؐ نے کسی کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور دریافت کرایا کہ کیا ان کی عقل میں کچھ فتور ہے؟ اور تم نے ان کی کوئی غیر موزوں بات دیکھی ہے؟ انہوں نے کہا ہم تو کچھ فتور نہیں جانتے اور جہاں تک ہمارا خیال ہے کہ وہ ہم میں نیک اور کامل عقل والے ہیں۔

چنانچہ ماعز پھر تیسری مرتبہ آئے۔ آپ نے پھر ان کی قوم کی طرف قاصد بھیجا۔ انہوں نے کہا نہ انہیں کوئی بیماری ہے اور نہ عقل میں کچھ فتور ہے۔ جب چوتھی بار آئے تو آپ نے حکم دیا اور وہ رجم کئے گئے[2]

ماعز بن مالک اسلمی کے رجم کا یہ واقعہ مختلف طریقوں سے اور مختلف الفاظ سے مروی ہے کسی میں ہے کہ اس نے حضورؐ سے کہا کہ مجھے پاک کرو۔ کیونکہ میں نے زنا کیا ہے۔ کسی میں ہے کہ حضورؐ نے اس سے پوچھا کہ مجھے تمہارے بارے میں فلاں عورت سے زنا کرنے کی اطلاع دی گئی ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟ تو اس کے جواب میں اس نے اعتراف کیا کہ جی ہاں میں نے زنا کیا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ نے اس سے یہ بھی پوچھا کہ تم پاگل تو نہیں ہو۔ اس نے کہا جی نہیں۔ پھر حضورؐ نے اس سے پوچھا کہ تم نے بوسہ لیا ہو گا یا چھوا ہو گا۔ جس پر اس نے جواب دیا کہ نہیں میں نے واقعی زنا کیا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ نے اس سے یہ بھی پوچھا کہ کیا تم نے

---

[1] مسلم جلد ۲ صد ۹۴، ۷ (اردو ترجمہ) مطبوعہ قرآن محل کراچی [2] ایضاً صد ۹۲،

شراب پی ہے۔ اور ایک صحابی نے ان کے منہ کو سونگھا اور کہا کہ شراب کی بدبو محسوس نہیں ہوتی۔

اس کے علاوہ بعض روایات میں ہے کہ وہ چار روز مسلسل آکر اقرار کرتے رہے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ اس نے چار مرتبہ چار مختلف مجالس میں اقرار کیا اور بعض میں ہے کہ ایک ہی مجلس میں چار مرتبہ اقرار کیا[1]

اسی طرح صحاح میں بریدہؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ ازدک کی ایک عورت غامدیہ حضورؐ کی خدمت میں آئی اور عرض کی یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا یارسول اللہ آپ مجھے کیوں واپس کرتے ہیں شاید آپ مجھے ماعز کی طرح لوٹانا چاہتے ہیں۔ بخدا میں حاملہ ہوں۔

آپؐ نے فرمایا۔ اچھا اگر ایسا ہے اور تو لوٹنا نہیں چاہتی تو بچہ جننے کے بعد آنا۔

چنانچہ جب بچہ جن لیا تو بچے کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر لائیں اور کہنے لگی یہ ہے جو میں نے جنا۔

آپؐ نے فرمایا۔ جا اس کو دودھ پلا جب اس کا دودھ چھٹے تب آنا۔

پھر جب اس کا دودھ چھوٹا تو وہ بچہ لے کر آئی۔ اور بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا اور عرض کرنے لگی یارسول اللہ! اس کا میں نے دودھ چھڑا لیا ہے۔ اور اب یہ روٹی کھانے لگا ہے۔

آپؐ نے وہ بچہ مسلمانوں میں سے ایک شخص کو دیا۔ اس نے بچے کی پرورش کی ضمانت لی۔ اور حضورؐ نے اس عورت کو رجم کرنے کا حکم دے دیا اور اسے رجم کر دیا گیا[2]

مندرجہ بالا احادیث کے علاوہ صحاح میں حضرت عمرؓ کی ایک روایت ہے جو عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ منبر پر بیٹھے فرمارہے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل فرمائی۔ سو جو کچھ اللہ نے نازل فرمایا اس میں آیت رجم بھی تھی اور ہم نے اس آیت کو پڑھا، محفوظ کیا اور سمجھا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ رجم کیا۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ لوگوں پر جب زمانہ دراز گذر جائے تو کہنے والا کہنے لگے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں رجم نہیں ملتا۔ لہٰذا اس فرض کے ترک کرنے کی وجہ سے جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تھا سب گمراہ ہو جائیں گے۔ بیشک رجم کا حکم اللہ کی کتاب میں حق ہے اس شخص کے لئے جو محصن ہو کر زنا کا ارتکاب کرے۔ اور اگر میں اس بات سے نہ ڈرتا کہ لوگ یہ کہیں گے کہ عمرؓ نے اللہ کی کتاب میں زیادتی کی تو میں اس آیت کو قرآن کے حاشیہ میں درج کر لیتا۔

---

[1] فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱۲ ص ۱۳۳۔ مطبوعہ دارالفکر۔ بیروت

[2] مسلم جلد دوم۔ کتاب الحدود ص ۶۷۔ مطبوعہ قرآن محل کراچی

مؤطا امام مالک میں سعید بن المسیب کی روایت میں ہے کہ اس آیت کی تلاوت منسوخ ہوگئی اور اس کا حکم باقی ہے۔ نیز اسی روایت میں مذکورہ آیت کے الفاظ بھی موجود ہیں جو یہ ہیں:-

الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ یعنی بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت اگر زنا کریں تو انہیں سنگسار کیا جائے[1]

بخاری میں شعبیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک زانیہ عورت کو جمعرات کے دن سو کوڑوں کی سزا دی اور جمعہ کے دن اسے رجم کیا اور فرمایا کہ میں نے کوڑے لگوائے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق اور میں نے رجم کیا سنت رسول ﷺ کے مطابق[2]

تو زنا کے ارتکاب کی سزا کے متعلق اوپر آیات اور احادیث وارد ہیں۔ جیسا کہ بیان سے واضح ہے۔ قرآن کریم میں اس سلسلے میں سورۂ نور کی دوسری آیت ہے جس میں زانی مرد اور زانیہ عورت کے لئے سو کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی ہے خواہ وہ محصن اور محصنہ ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن اوپر بیان کردہ احادیث میں آنحضرت ﷺ نے محصن اور محصنہ کو رجم کی سزا دی ہے۔ جب وہ زنا کا ارتکاب کریں۔ اب یہاں یہ دیکھنا ہے کہ آیا رجم کے مذکورہ واقعات سورۂ نور کی مذکورہ آیت سے پہلے کے ہیں یا بعد کے۔ اور اگر بعد کے ہیں تو کیا قرآنی آیت ان سے منسوخ ہوگئی یا مخصص۔ تو پہلے نقطہ پر بحث کے متعلق آیا رجم کے جملہ واقعات جو حضور ﷺ کے زمانے میں ہوئے ہیں۔ کیا یہ سورۂ نور کی دوسری آیت سے پہلے کے ہیں یا بعد کے۔ اس ضمن میں صحیحین کی ایک روایت کا ذکر ضروری ہے جس میں ابو اسحاق شیبانی روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے دریافت کیا کہ آیا آنحضرت ﷺ نے کسی کو رجم کیا ہے تو انہوں نے کہا جی ہاں! میں نے کہا سورۂ نور نازل ہونے کے بعد یا اس سے قبل۔ انہوں نے کہا یہ میں نہیں جانتا۔[3]

لیکن ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری اور علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری میں تاریخی اعتبار سے ثابت کیا ہے کہ رجم کے واقعات سورۂ نور کی مذکورہ آیت کے بعد پیش آئے ہیں اس لئے کہ سورۂ نور کی نزول کا تعلق واقعہ افک سے ہے اور مفسرین کے مطابق یہ واقعہ چوتھی، پانچویں یا چھٹی ہجری میں پیش آیا ہے۔ اور واقعات رجم کے راویوں میں ابوہریرہؓ ہیں جو ساتویں ہجری میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

دوسرے راویوں میں عبداللہ بن عباسؓ ہیں جو اپنی والدہ کے ساتھ نویں ہجری میں مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔

تو اس تاریخی پس منظر سے ثابت ہوتا ہے کہ رجم کے واقعات سورہ نور کی مذکورہ آیت کے بعد رونما ہوئے ہیں[4]

اس دوسری رائے کی تائید خلفائے راشدین کے تعامل سے بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اپنے اپنے عہدوں میں رجم کیا۔ اور خاص کر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے اس عورت کو سنت رسول ﷺ

---

[1] مؤطا امام مالک (اردو) ص ۵۹۹ مطبوعہ اسلامی اکادمی لاہور [2] بخاری کتاب الحدود، مطبوعہ قرآن محل کراچی [3] ایضاً

[4] فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱۲ ص ۱۳۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۲۳ ص ۲۹۱ مطبوعہ احیاء التراث العربی قاہرہ۔

کے مطابق رجم کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین نے رجم کو سورۂ نور کی آیت سے منسوخ نہیں سمجھا بلکہ رجم کو اس آیت کے بعد بھی سنتِ رسولؐ سے مشروع سمجھا ہے۔ ورنہ وہ اپنے زمانہ میں رجم نہ کرتے۔ گویا غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیئے سو کوڑے ہیں اور شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لئے رجم ہے۔

لیکن اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا احادیث سے قرآن کی نسخ ہو سکتی ہے۔ اور کیا رجم ماننے سے قرآن کا عام حکم خاص ہو جاتا ہے۔ اور کیا قرآن کے عام حکم کی تخصیص حدیث سے ہو سکتی ہے۔

تو جہاں تک حدیث سے قرآن کی نسخ کا تعلق ہے تو جمہور ائمہ کے نزدیک قرآن کی نسخ حدیث سے نہیں ہو سکتی خواہ وہ حدیث خبر واحد ہو یا مشہور یا متواتر۔

لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حدیث مشہور سے قرآن کی نسخ ہو سکتی ہے[1]۔ اور جہاں تک عام کی تخصیص کا تعلق ہے تو جمہور کے ہاں یہ جائز ہے۔ بلکہ قرآن کے اکثر عام احکام احادیث سے مخصص ہوتے ہیں مثلاً السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما۔ یہاں لفظ سارق عام ہے۔ خواہ کوئی ایک پیسہ بھی چوری کرے اس کو بھی شامل ہے۔ لیکن احادیث سے چوری کی سزا کا حکم مقید ہے۔ اس چور کے لئے جو کم از کم چار دینار یا اس کی قیمت کے برابر کسی دوسری کرنسی کی قدر تک چوری کرے۔ اور اس سے کم اس میں شامل نہیں ہے[2]۔

بعض ائمہ اس کو تخصیص نہیں بلکہ بیان اور تشریح کہتے ہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہ اور بعض دیگر ائمہ فرد واحد سے قرآن کی عام تخصیص جائز نہیں سمجھتے۔ اس کے علاوہ خوارج اور معتزلہ بھی خبر واحد کو قرآنی حکم کے مقابلہ میں مخصص یا ناسخ نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ خبر واحد کی حجیت کے بھی قائل نہیں ہیں۔ اب یہاں یہ طے کرنا ہوگا کہ آیا رجم کی احادیث احاد ہیں یا نہیں۔ تو انفرادی طور پر ہر ایک خبر واحد ہے۔ جیسا کہ امام ابو حنیفہ نے حدیث عبادہ بن صامت اور حدیث عسیف دونوں کو خبر واحد ٹھہرایا ہے[3] اور دونوں میں مذکورہ جلا وطنی کے حکم کو نہیں مانتے۔ اسی طرح ابو ہریرہؓ زید بن خالد اور بریدہ کی احادیث میں حدیث عبادہ بن صامتؓ اور حدیث عسیف کو منسوخ سمجھتے ہیں۔ لیکن چونکہ اس ایک حکم پر یہ ساری احادیث نہایت ثقہ اور مشہور صحابہ سے مروی ہیں اس لئے اکثر ائمہ نے رجم کی احادیث کو متواتر المعنی قرار دیا ہے چنانچہ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں لکھا ہے:۔

صحابہ، متقدمین اور متاخرین علماء اور ائمہ نے اجماع کیا ہے کہ محصن یعنی شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا جاتا ہے۔

---

[1] السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی ڈاکٹر مصطفےٰ سباعی ص ۳۹۷ مطبوعہ بیروت

[2] تفسیر آیات الاحکام جلد دوم ص ۲۴۳ – محمد علی صابونی مطبوعہ مکتبہ غزالی۔ دمشق

[3] احکام القرآن۔ ابوبکر جصاص ص ۲۰۶، ۲۰۷ جلد دوم۔ مطبوعہ بیروت

یہاں تک کہ مرجاتے - اور خوارج کا اس سے انکار باطل ہے۔ کیونکہ اگر وہ صحابہ کرامؓ کے اجماع سے منکر ہیں تو جہل مرکب ہے۔ اور اگر وہ خبر واحد کی حجیت کے انکار کی بنیاد پر حضورؐ کا عملاً رجم نہیں مانتے تو اس سے ہمیں کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ حضورؐ سے رجم احادیث متواتر المعنی کے ذریعے ثابت ہے۔ اور خوارج اور مسلمانوں کی طرح متواتر المعنی پر متواترۃ اللفظ کی طرح عمل واجب سمجھتے ہیں۔ البتہ صحابہ اور عام مسلمانوں سے روگردانی نے ان کو بڑی بڑی جہالتوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس لئے جب انہوں نے عمر بن عبدالعزیز کے سامنے یہ اعتراض کیا کہ رجم کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے۔ تو عمر بن عبدالعزیز نے ان سے پوچھا کہ اعداد رکعات اور مقادیر زکوٰۃ بھی تو قرآن میں نہیں ہیں (تو یہ کہاں سے مقرر ہوئے) تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ حضورؐ اور مسلمانوں کے عمل سے) تو عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ اس طرح رجم بھی ہے۔[1]"

علامہ محمد علی صابونی نے تفسیر آیات الاحکام میں لکھا ہے:۔

" اور رجم حضورؐ کے قول، فعل اور عمل سے ثابت ہے اور اس پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے اس لئے کہ یہ ایسی روایات سے ثابت ہے جن میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور تواتر سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے بعض صحابہ پر رجم کی حد عملاً نافذ کی۔ مثلاً ماعز اور غامدیہ وغیرہ۔ اور خلفائے راشدین نے آپ کے بعد اپنی دور خلافت میں اس حد کو قائم رکھا اور کئی مرتبہ اعلان کیا کہ شادی کے بعد زنا کی حد رجم ہے۔[2]"

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے:۔

"جمہور مجتہدین نے محصن زانی کے لئے رجم کو واجب قرار دینے کے لئے یہ استدلال کی ہے کہ یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے اسے کیا ہے۔ ابوبکر رازی نے لکھا ہے کہ رجم کی روایت ابوبکر، عمر، علی، جابر بن عبداللہ، ابو سعید خدری۔ ابوہریرہ۔ بریدہ اسلمی۔ زید بن خالد اور بعض دوسرے صحابہ سے مروی ہے۔"

غرض جمہور محدثین اور فقہا نے ان احادیث کو معنیً متواتر قرار دیا ہے۔ اور جب یہ معنیً متواتر ہیں تو ان سے قرآن کی تخصیص بھی ہو سکتی ہے۔ نیز امام رازی نے لکھا ہے۔ کہ یہاں عموم آیت سے کوڑے مارنا ثابت اور خبر متواتر سے رجم ثابت ہے۔ اور دونوں میں منافاۃ نہیں ہے۔"

باقی حضرت عمرؓ کا جو خطبہ صحاح میں مروی ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ تو اس سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حکم رجم کی کوئی مستقل آیت تھی۔ مگر حضرت عمرؓ نے اس آیت کے الفاظ نہیں بتلائے۔ کہ وہ کیا تھی۔ اور کیوں اس کی تلاوت نہیں کی جاتی۔ صرف اتنا فرمایا کہ اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ مجھ پر کتاب اللہ میں زیادتی کا

---

[1] روح المعانی علامہ آلوسی جلد ۱۸ صہ۷۸ مطبوعہ بیروت [2] تفسیر آیات الاحکام محمد علی صابونی جلد دوم صہ۲۱ مطبوعہ دمشق

لگائیں گے۔ تو میں اس آیت کو قرآن کے حاشیہ پر لکھ دیتا۔"

اس آیت پر مفتی محمد شفیع صاحب نے معارف القرآن میں مندرجہ ذیل روشنی ڈالی ہے۔

"اس روایت میں یہ بات قابل غور ہے کہ اگر واقعی قرآن کی کوئی آیت ہے اور دوسری آیات کی طرح اس کی تلاوت واجب ہے تو فاروق اعظم نے لوگوں کی بدگوئی کے خوف سے اسے کیسے چھوڑ دیا جب کہ ان کی شدت فی امر اللہ مشہور و معروف ہے۔ اور یہ بھی قابل غور ہے کہ خود حضرت فاروق نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اس آیت کو قرآن میں داخل کر دیتا۔ بلکہ ارشاد یہ فرمایا کہ میں اس کو قرآن کے حاشیہ پر لکھ دیتا۔

یہ سب امور اس کے قرائن ہیں کہ حضرت فاروق اعظم نے سورۂ نور کی آیت مذکورہ کی جو تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی جس میں آپ نے سو کوڑے لگانے کے حکم کو غیر شادی شدہ مرد و عورت کے ساتھ مخصوص فرمایا اور شادی شدہ کے لئے رجم کا حکم دیا۔ اس مجموعی تفسیر کو اور پھر اس پر رسول اللہ کے تعامل کو کتاب اللہ اور آیت کتاب اللہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا اس معنی میں آپ کی یہ تفسیر و تفصیل بحکم کتاب اللہ ہے۔ وہ کوئی مستقل آیت نہیں ورنہ حضرت فاروق اعظم کو کوئی طاقت اس سے نہ روک سکتی کہ قرآن کی جو آیت رہ گئی ہے اس کو اس کی جگہ لکھ دیں۔ حاشیہ پر لکھنے کا جو ارادہ ظاہر فرمایا۔ وہ بھی اسی کی دلیل ہے۔ کہ درحقیقت وہ کوئی مستقل آیت نہیں۔ بلکہ آیت سورۂ نور ہی کی تشریح میں کچھ تفصیلات ہیں۔ اور بعض روایات میں جو اس جگہ ایک مستقل آیت کے الفاظ مذکور ہیں وہ اسناد و ثبوت کے اعتبار سے اس درجہ میں نہیں کہ اس کی بنا پر قرآن میں اس کا اضافہ کیا جا سکے۔ حضرات فقہانے جو اسے منسوخ التلاوت غیر منسوخ الحکم کی مثال میں پیش کیا ہے۔ وہ مثال ہی کی حیثیت میں ہے۔ اس سے درحقیقت اس کا آیت قرآن ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سورۃ نور کی آیت مذکورہ میں جو زانیہ اور زانی کی سزا سو کوڑے لگانا مذکور ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل تشریح و تصریح کی بنا پر غیر شادی شدہ لوگوں کے لئے مخصوص ہے۔ اور شادی شدہ کی سزا رجم ہے۔ یہ تشریح اگرچہ الفاظ آیت میں موجود نہیں مگر جس ذات اقدس پر یہ آیت نازل ہوئی خود ان کی طرف سے ناقابل التباس وضاحت کے ساتھ یہ تفصیل مذکور ہے اور صرف زبانی تعلیم و ارشاد نہیں بلکہ متعدد بار اس تفصیل پر عمل بھی صحابہ کرام کے مجمع کے سامنے ثابت ہے۔ اور یہ ثبوت ہم تک تواتر کے ذریعہ پہنچا ہوا ہے۔ اس لئے شادی شدہ مرد و عورت پر سزائے رجم کا حکم درحقیقت کتاب اللہ ہی حکم ہے۔ اور اسی کی طرح قطعی اور یقینی ہے۔ اس کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ سزائے رجم سنت متواترہ سے قطعی الثبوت ہے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ سے یہی الفاظ منقول ہیں۔ کہ رجم کا حکم سنت سے ثابت ہے اور حاصل دونوں کا

ایک ہی ہے۔[1]

اس کے علاوہ محمد علی صابونی نے نقل کیا ہے کہ سورۂ نور کی دوسری آیت کی عموم تو غلام اور لونڈی کے خروج سے بھی ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کی سزا پچاس کوڑے ہیں نہ کہ سو کوڑے۔ تو گویا آیت کا حکم عام نہیں رہا۔[2]

یہاں یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ رجم کی سزا محصن زانی کے لئے ہے۔ اور احصان کے لئے فقہا نے مندرجہ ذیل شروط مقرر کئے ہیں۔

۱۔ **عقل**:۔ یعنی جس زانیہ یا زانی پر رجم کی سزا نافذ کی جائے گی اسے عقل سلیم ہونی چاہئے چنانچہ پاگل وغیرہ پر یہ سزا نافذ نہیں ہوگی۔

۲۔ **بلوغ**۔ دوسری شرط محصن زانی کے وجوب رجم کے لئے یہ ہے کہ وہ بالغ ہو۔ اس لئے یہ سزا بچے اور نابالغ پر نافذ نہیں ہوگی۔

۳۔ **نکاح صحیح میں جماع**۔ یعنی جس محصن زانی پر رجم کی سزا واجب ہوگی ضروری ہے کہ اس نے نکاح صحیح میں جماع بھی کیا ہو۔ اور جماع بھی سامنے کی طرف سے۔ اور یہ کہ جماع حالت حرمت میں نہ ہو۔ اس لئے اگر صرف نکاح کیا اور بیوی سے جماع نہیں کیا اور زنا کا مرتکب ہوا تو اس پر رجم نہیں ہوگا۔ اور اگر جماع تو بیوی سے کیا لیکن نکاح فاسد ہیں، تب بھی اس پر رجم نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی نے کسی عورت سے نکاح تو کیا لیکن وہ عورت حیض میں تھی اور دونوں نے جماع کیا۔ پھر ان میں سے کسی ایک نے زنا کا ارتکاب کیا تب بھی وہ محصن شمار نہیں ہوگا اور اس پر رجم کی سزا واجب نہیں ہوگی۔

۴۔ **اسلام**۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک احصان کے لئے اسلام شرط ہے۔ اس لئے کہ حضورؐ نے فرمایا من اشرک باللہ فلیس لمحصن۔ (جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں)

اس کے علاوہ جب کعب بن مالک نے ایک یہودی عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ "چھوڑو! تم اس کے نکاح سے محصن نہیں ہوگے۔"[3]

لیکن امام شافعیؒ اور امام یوسفؒ کے نزدیک احصان میں اسلام شرط نہیں۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا اور دونوں محصن تھے۔ نیز یہ کہ کافر بھی زنا کی حرمت کے قائل ہیں۔ اس لئے ان پر بھی حد نافذ ہوگی۔

---

[1] معارف القرآن جلد ۶ ص ۳۴۷۔ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی [2] تفسیر آیات الاحکام محمد علی صابونی جلد دوم ص ۲۷۔ مطبوعہ دمشق [3] تلک حدود اللہ۔ ابراہیم احمد قفی۔

جس طرح کہ مسلمانوں پر حد نافذ ہوتی ہے۔

۵۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ کے ہاں زانی اور زانیہ دونوں میں احصان کے شروط مکمل ہونی چاہیئں۔ اگر ایک میں بھی ایک ہی شرط مفقود ہو تو دونوں پر رجم نہیں ہوگا۔ لیکن امام مالکؒ کے ہاں دونوں میں ساری شروط کا ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ ہر ایک میں ان کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک میں ساری شرائط پائی جائیں اور دوسرے میں ایک شرط کم ہو تو جس میں شرائط موجود ہیں اس پر رجم ہوگا۔ اور جس میں ایک شرط مفقود ہے تو اس پر رجم نہیں ہوگا۔[1]

یہاں یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ زنا کا ثبوت اور اس کی سزا یعنی رجم وغیرہ یا تو اقرار سے ثابت ہوتا ہے یا چار عاقل اور عادل گواہوں کی گواہی سے۔

اقرار کی صورت میں یہ ضروری ہے کہ مقر عاقل اور با اختیار ہو۔ نیز اسے زنا کی حرمت کا علم ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ مختلف مجالس میں چار مرتبہ اقرار کرے اور یہ کہ نفاذ سزا کے آخر تک اقرار پر قائم رکھے اور اس سے رجوع نہ کرے۔

گواہی کی صورت میں چاروں گواہوں کا عادل اور عاقل ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ یہ گواہی دیں کہ انہوں نے ان کو فلاں جگہ زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔[2]

اس مسئلہ کی تکمیل کے طور پر یہ ضروری ہے کہ خوارج، معتزلہ اور بعض شیعہ کے دلائل سے بھی بحث کی جائے۔ جو رجم کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے دلائل کا خلاصہ حسب ذیل ہے:[3]

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کفر، قتل اور چوری وغیرہ کی اقسام اور ان کی سزاؤں کا بھی ذکر کیا ہے لیکن ان سب سے زیادہ زنا کے احکام کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ پہلے اللہ تعالیٰ نے زنا کو ممنوع فرمایا۔ اور فرمایا، لاتقربوا الزنا اور پھر اس پر سزا کی وعید فرمائی۔ اور پھر کوڑوں کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا کہ کوڑے لوگوں کے سامنے مارے جائیں اور پھر فرمایا کہ کوڑوں کی سزا سے آپ ان کے بارے میں رحم نہ کریں۔ پھر فرمایا کہ زانیہ عورت سے عموماً زانی مرد ہی شادی کرتا ہے۔ تو اتنے متعلقہ احکام اللہ تعالیٰ نے زنا کے متعلق بیان فرمائے ہیں۔ تو رجم جو ایک بہت بڑی سزا ہے تو اس کا کیوں ذکر نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے۔

نیز رجم ایک انتہائی قسم کی سزا ہے اور ضروری ہے کہ یہ ایک قطعی دلیل سے ثابت ہو جس میں کوئی شک نہ ہو۔

---

[1] تلک حدود اللہ۔ ابراہیم احمد وقفی [2] ایضاً [3] التفسیر الکبیر للامام فخر الدین الرازی جلد ۲۳ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ تہران

اس لئے ضروری ہے کہ یہ یا تو قرآن سے ثابت ہو یا سنت متواترہ سے۔ اور قرآن میں اس پر کوئی نص نہیں ہے اور جو احادیث اس کے متعلق ہیں وہ اگرچہ متعدد طریقوں سے مروی ہیں لیکن اخبار احاد ہیں اور اخبار احاد اگرچہ واجب العمل ہوتے ہیں لیکن جو چیز ان سے ثابت ہوتی ہے وہ اس طرح نہیں ہوتی جو دلیل قطعی سے ثابت ہو جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔

۲۔ "تابعین میں واقعات رجم کے بارے میں یہ شک اور تردد ہے کہ آیا یہ سورۂ نور سے پہلے کی ہیں یا بعد کی۔ جیسا کہ عبداللہ بن اوفیٰ سے پوچھا گیا کہ کیا حضورؐ نے رجم سورۂ نور سے پہلے کیا یا بعد۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ" میں نہیں جانتا"۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ حکم رجم میں شبہ ضرور ہے۔

۳۔ سورۂ نساء کی پچیسویں آیت میں لونڈیوں کو آزاد عورتوں سے نصف سزا کا حکم ہے چنانچہ اللہ فرماتا ہے:۔

فاذا احصن فان اتین الفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب

اور احصن کے معنی شادی شدہ کے ہیں۔ اس لئے محصنات کے معنی بھی یہی ہوں گے۔ تو گویا شادی شدہ عورتوں کا ارتکاب زنا کی صورت میں جو سزا دی جاتی ہے اس کا نصف شادی شدہ لونڈیوں کو اس صورت میں دی جائے گی تو اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ شادی شدہ عورتوں کی زنا کی سزا سو درے ہوں جن کا نصف پچاس درے ہوں گے اور اگر ان کی سزا رجم مانی جائے تو اس کا نصف ہو ہی نہیں سکتا۔ تو گویا رجم کی سزا ہے ہی نہیں۔

جمہور مجتہدین کے ان کے یہ جوابات دیتے ہیں۔

۱۔ اگرچہ قرآن کریم میں رجم کا ذکر نہیں ہے اور زنا کی سزا کے مختلف ادوار وغیرہ کا مفصل ذکر ہے لیکن امام فخرالدین رازی نے فرمایا ہے کہ احکام شریعت کی تحدد مصلحتوں کے تحت ہوتی ہے اور شاید وہ مصلحت جس کی بنا پر رجم ضروری ٹھہرایا گیا ان آیات کے بعد پیش آئی ہو[1]

اس کے علاوہ خود قرآن نے احکام شریعت میں سنت کو ایک خود مختار حیثیت دی ہے اور حضورؐ شارح قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ شارع احکام بھی ہیں۔ اس ضمن میں قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات قابل ذکر ہیں۔

وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی	اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش
اللہ و رسولہ امراً ان یکون لھم	جب کہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیں کہ ان کو ان
الخیرۃ من امرھم ومن یعص	کے اس کام میں کوئی اختیار رہے اور جو شخص اللہ اور
اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً	اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں ہیں
مبینا ۳۳-۳۶	

التفسیر الکبیر للامام فخرالدین الرازی جلد ۲۳ ص ۱۳۵ - مطبوعہ دارالکتب العربیہ تہران - ایران

وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا (۹ : ۵۹)

اور رسول تم کو جو دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس سے تم کو روک دیں تو رک جایا کرو

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله (۳۱ : ۳)

کہہ دیجئے (اے پیغمبر) اگر تم خدا سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو اس طرح اللہ تمہارے ساتھ محبت کرے گا۔

يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله و اطيعوا الرسول واولى الامر منكم فان تنازعتم في شئ فردوه الى الله والرسول (۴:۵۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت، رسول کی اطاعت اور اپنے اپنے بادشاہوں کی اطاعت کرو۔ پس اگر تم کسی چیز میں جھگڑ گئے تو اس کو اللہ اور رسول کے پاس لے جاؤ۔

من يطع الرسول فقد اطاع الله (۲۱ : ۳۳)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی۔

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله و اليوم الأخر (۲۱ : ۳۳)

بیشک آپ کے لئے رسول اللہ میں پاکیزہ اخلاق ہیں جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتے ہیں۔

تو گویا سنت رسول اسلامی قانون کا ایک بنیادی ماخذ ہے۔ اللہ کا کلام یعنی قرآن آنحضرت ؐ پر نازل ہوا اور یہ رسول ہی تھے جنہوں نے کہا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اور اس نے اس کو پڑھا اور صحابہ سے لکھوایا اور اس کو ترتیب دی۔ پس حضور ؐ نے قرآن یا سنت کی صورت میں جو کچھ دیا وہی اسلام کے بنیادی ماخذ ہیں اور دونوں پر عمل یکساں واجب اور ضروری ہے۔

اور احادیث رجم تواتر تک پہنچتی ہیں۔ اور خبر متواتر سے قرآن کی تخصیص ہوسکتی ہے اور وہ بذات خود واجب العمل ہوتا ہے۔

رہا تابعین میں یہ شک کہ آیا یہ واقعات سورۃ نور سے پہلے کے ہیں یا بعد کے۔ تو اکثر اوقات ایک راوی اپنے علم کے مطابق ایک حصہ روایت کو جانتے ہیں اور دوسرے کے بارہ میں لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں لیکن اس دوسرے حصے کا علم دوسرے طریقوں سے حاصل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے صرف لاعلمی کا اظہار کیا لیکن جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے۔ کہ ابو ہریرہؓ ساتویں ہجری میں مسلمان ہوئے ہیں۔ حالانکہ

اس نے رجم کی حدیث روایت کی ہے۔ نیز ان واقعات کے راویوں میں سے ایک راوی عبداللہ بن عباسؓ ہیں جو اپنی والدہ کے ساتھ نویں ہجری میں مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ اور ان سب کے علاوہ خلفائے راشدین کا عمل اس بات پر شاہد ہے کہ رجم کے واقعات سورۂ نور کے نزول کے بعد رونما ہوئے ہیں۔ ورنہ وہ رجم نہ کرتے، خاص کر حضرت علیؓ کا یہ قول کہ میں نے اس زانیہ محصنہ عورت کو کوڑے لگوائے کتاب اللہ کے حکم کے مطابق اور رجم کیا سنت رسولؐ کے مطابق۔

رہا یہ کہ سورۂ نساء کی پچیسویں آیت میں شادی شدہ لونڈیوں کی سزا آزاد محصنات عورتوں کی سزا کا نصف بیان ہوا جس سے رجم کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ تو دراصل احصان کا ایک معین معنی قرآن میں مذکور نہیں ہے۔ بلکہ کبھی شادی، کبھی پاک دامنی اور عفت اور کبھی خاندانی شرافت وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ آیت زیر بحث میں "محصنات" کا لفظ لونڈی کے بالمقابل خاندانی عورتوں کے لئے استعمال ہوا یعنی وہ عورتیں جن کو خاندان کی حفاظت حاصل ہو۔ اگرچہ وہ شادی شدہ نہ ہوں۔ جیسا کہ آیت کے مضمون سے ظاہر ہے بخلاف اس کے لونڈیوں کے لئے محصنات کا لفظ "شادی شدہ عورتیں" کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور صاف الفاظ میں فرمایا کہ جب انہیں نکاح کی حفاظت حاصل ہو جائے (فاذا احصن) تب ان کے لئے زنا کے ارتکاب پر وہ سزا ہے جو ان آزاد عورتوں کی سزا ہو جن کو خاندانی حفاظت حاصل ہو۔ اگرچہ وہ شادی شدہ نہ ہوں۔ کیونکہ خاندانی عورت کو دو حفاظتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک خاندان کی حفاظت جس کی بنا پر وہ شادی کے بغیر بھی محصنہ ہوتی ہے۔ دوسرے شوہر کی حفاظت جس کی وجہ سے اس کے لئے خاندان کی حفاظت پر ایک اور حفاظت کا اضافہ ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے لونڈی جب تک لونڈی ہے محصنہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو کسی خاندان کی حفاظت حاصل نہیں ہے البتہ نکاح ہونے پر اسے صرف شوہر کی حفاظت حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ بھی ادھوری۔ کیونکہ شوہر کی حفاظت میں آنے کے بعد بھی نہ تو وہ ان لوگوں کی بندگی سے آزاد ہوتی ہے جن کے ملک میں وہ تھی۔ اور نہ اسے معاشرت میں وہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ جو خاندانی عورت کو نصیب ہوا کرتا ہے۔ لہذا اسے جو سزا دی جائے گی۔ وہ غیر شادی شادی خاندانی عورت کو نصیب ہوا کرتا ہے۔ لہذا اسے جو سزا دی جائے گی۔ وہ غیر شادی شدہ خاندانی عورتوں کی سزا سے آدھی ہوگی نہ کہ شادی شدہ خاندانی عورتوں کی سزا سے۔

نیز جہاں "سزائے رجم" کے سلسلہ میں محصن اور محصنہ بولا جاتا ہے۔ وہاں ایسا مرد اور ایسی عورت ہی مراد لیا جاتا ہے جو آزاد شادی شدہ اور تمام صفات احصان شرعی سے متصف ہو۔ غلام اور کنیز شرعاً محصن اور محصنہ نہیں ہو سکتے اس لئے کہ احصان میں بالاتفاق شرط ہے قرآن میں جہاں کہیں ان کے لئے یہ لفظ آ گیا ہے وہاں مراد پاک دامنی، عفت و پارسائی ہوتا ہے۔ یا صرف حصار نکاح میں مقید و پابند ہو جانا مکمل احصان کا ان میں موجود ہونا

رجم

ممکن نہیں ہے جس کی وجہ سے زنا کے بعد رجم کی سزا متعین ہوجاتی ہے۔ اس لئے شادی شدہ لونڈی کی سزا
زنا آزاد غیر شادی شدہ عورت کی سزائے زنا سے آدھی ہے۔

نیز مذکورہ آیت کے شروع میں بھی محصنات سے بالاتفاق غیر شادی شدہ آزاد۔ خاندانی، باعفت وشرف عورتیں
مراد ہیں جب یہ لفظ اس آیت کی ابتدا میں آیا ہے۔ تو آیت کے آخر میں لفظ "محصنات" کے بھی یہی معنی ہوں گے
یعنی غیر شادی شدہ آزاد باعفت اور شریف عورتیں کیونکہ ایک ہی آیت میں ایک ہی لفظ کے دو جگہ پر استعمال
ہونے سے معنی میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

اس کے علاوہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا کہ چونکہ تواتر سے ثابت ہے کہ شادی شدہ عورت (محصنہ)
کی ارتکاب زنا کی سزا رجم ہے۔ اس لئے اس آیت میں محصنات کے لئے کوڑوں ہی کی سزا مراد ہوگی۔ جس کا نصف
پچاس کوڑے ہیں۔ نہ کہ رجم۔ تو گویا یہاں محصنات سے آزاد غیر شادی شدہ عورتیں مراد نہیں[1]

آخر میں یہ مضمون استاد عبدالقادر عودہ کے مندرجہ ذیل رائے پر ختم کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے رجم کے متعلق حسب
ذیل بات لکھی ہے:۔

"بعض لوگ آج زانی محصن کے لئے رجم کی سزا کو بہت زیادہ سمجھتے ہیں، لیکن یہ محض ان کے منہ سے نکلی ہوئی بات
ہے جس پر خود ان کے دلوں کو یقین نہیں (اگر ان میں سے کسی شخص کو اپنے بہت قریبی حلقوں میں یہ واقعہ پیش آ
جائے تو اس کا ردعمل شاید اس سے بھی سخت ہوگا) اسلامی شریعت نے اس مسئلہ میں بھی اپنے دوسرے احکام کی
طرح باریک بینی اور انصاف کی روش اختیار کی ہے۔ جو لوگ زانی کو قتل کرنے کے تصور سے گھبرا اٹھتے ہیں اگر
وہ واقعات کی دنیا کو دیکھیں تو ان پر حقیقت واضح ہوجاتے اور انہیں پتہ چل جائے کہ اسلام نے زانی محصن کو
سنگسار کرنے کا حکم دے کر کوئی ایسا اقدام نہیں کیا جس سے انسانی طبیعت مانوس نہ ہو۔ آج کے مروجہ قانون ہی
کو دیکھ لیجئے۔ اگر زنا کے مجرموں میں سے کوئی ایک شادی شدہ ہو تو اس قانون کی رو سے اس کی سزا صرف قید
ہے۔ اور اگر کوئی شادی شدہ نہ ہو تو جب تک جبر واکراہ نہ ہو کوئی سزا نہیں۔ یہ موجودہ قانون کا فیصلہ ہے
لیکن کیا لوگ اس قانون پر راضی ہوگئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگ نہ اس پر راضی ہوئے ہیں اور نہ کبھی ہوسکتے ہیں۔ اس کی بجائے وہ مروجہ قانون کو
توڑتے ہیں اور زانی کو قتل کرکے اس سے انتقام لے کر رہتے ہیں۔ اور بعض مرتبہ یہ انتقامی قتل رجم سے بھی زیادہ
شدید طریقوں سے کئے جاتے ہیں۔ سمندر میں ڈبو دینا۔ آگ میں جلا دینا وغیرہ۔ جب واقعہ یہ ہے تو رجم کی سزا سے کیوں ڈریں اس سزا کو

[illegible]

[1] التفسیر الکبیر للامام فخر الدین الرازی جلد ۲۳ ص ۱۳۴۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ طہران۔

پاکستان آرمی میں کمیشن

ڈائریکٹ شارٹ سروس کمیشن

شعبہ دینی تعلیمات آرمی ایجوکیشن کور

پاکستان آرمی کو ایسے باصلاحیت افراد کی ضرورت ہے جو بطور آفیسر دینی معلّم کے فرائض سرانجام دے سکیں۔

مطلوبہ قابلیت اور شرائط ملازمت حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تعلیمی قابلیت :۔ ایم اے اسلامیات اور فارغ / فاضل درس نظامی۔ (نوٹ) جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے تخصص کی سند ایم اے اسلامیات کے برابر تصور کی جائے گی۔ ایسے امیدوار جنہوں نے ایم اے اسلامیات کا امتحان دیا ہو جنہیں ماہ شوال تک سند فراغ / فضیلت ملنے والی ہو، درخواست دے سکتے ہیں۔ عمر :۔ ۱۵ اگست ۱۹۸۱ء کو ۲۵ سال تک۔ پاکستان آرمی کے مولوی صاحبان (ریلیجس ٹیچرز) کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں۔ ۲۔ کمیشن :۔ آرمی ایجوکیشن کور (شعبہ دینی تعلیمات) میں بطور سیکنڈ لیفٹیننٹ۔ نااہل امیدوار :۔ ۱۔ جو اس سے قبل دو بار آئی ایس ایس بی / جی۔ ایچ۔ کیو سلیکشن بورڈ کے ذریعے مسلح افواج میں کسی قسم کے کمیشن کیلئے مسترد کر دیئے گئے ہیں۔
ب۔ اپیل میڈیکل بورڈ کے ذریعے آرمی / نیوی / ائیر فورس کیلئے نااہل قرار دیئے جا چکے ہوں (آرڈنری میڈیکل بورڈ کے ذریعے نااہل قرار دیئے گئے امیدوار درخواست دے سکتے ہیں لیکن ایسے امیدواروں کو اپیل میڈیکل بورڈ کے ذریعے دوبارہ طبی معائنہ کروانا ہوگا۔ ج۔ مسلح افواج یا اسکے کسی بھی تربیتی ادارے سے نااہلی / ڈسپلن کی خلاف ورزی پر نکالے جانے والے افراد۔ د۔ برخاست شدہ یا گورنمنٹ سروس سے نکال دئے جانے والے افراد یا وہ افراد جن کو سرکاری ملازمت / دوبارہ ملازمت کرنے سے کسی مجاز اتھارٹی نے روک دیا ہو۔ س۔ جنہیں کسی عدالتِ مجاز نے کسی اخلاقی جرم میں سزا دی ہو۔ ۳۔ ملازمت کی جگہ :۔ پاکستان میں یا پاکستان کے باہر کسی بھی جگہ۔
۴۔ پیشہ ورانہ تربیّت :۔ کمیشن پانے کے بعد ضروری پیشہ ورانہ تربیت دی جائے گی۔ ۵۔ طریق انتخاب: الف۔ کسی سروس ہسپتال میں طبّی معائنہ۔ ب۔ تحریری امتحان اور ٹسٹ آئی ایس ایس بی کوہاٹ۔ ج۔ انٹرویو / آخری انتخاب جنرل ہیڈکوارٹرز۔ راولپنڈی۔ ۶۔ درخواستیں مجوزہ فارم پر پی اے ۳ (بی) اے جی برانچ، جنرل ہیڈکوارٹرز، راولپنڈی کے نام ۵/ روپے کے کراسڈ پوسٹل آرڈر بنام ڈی۔ پی۔ اے کے ساتھ ۱۵ اگست ۱۹۸۱ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔ درخواستوں کے فارم ریکروٹنگ آفیسرز، سٹیشن ہیڈکوارٹرز سولجرز بورڈز اور ایمپلائمنٹ ایکس چینج سے ۵/ روپے کا کراسڈ پوسٹل آرڈر بنام ڈی پی اے دکھا کر حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح جو حضرات ایم اے اسلامیات اور درس نظامی (دونوں) کی قابلیتیں نہ رکھتے ہوں وہ بھی درخواست نہ بھیجیں۔

پاکستان برّی فوج
بے لوث خدمت ۔ بے خوف قیادت

P.I.D. (ISLAMABAD) Advt. No 119/10

★ حضرت علامہ شمس الحق افغانی مدظلہ

ملّتِ اسلامیہ کے انحطاط کے بُنیادی اسباب

(مولانا موصوف کی ایک مجلس میں گفتگو جسے مولانا فضل حق تنزیک نے ئی
فاضل دارالعلوم حقانیہ نے قلم بند کیا اور پشتو سے اردو میں منتقل کیا)

ملّتِ اسلامیہ کے انحطاط کے بنیادی اسباب تین ہیں۔ حب المال۔ کراہیت الموت اور ربط مع اللہ کی کمزوری۔
تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں میں یہ بنیادی اسباب انفرادی اور اجتماعی شکل میں موجود تھے تو باوجود اس کے کہ مسلمان اسباب کے اعتبار سے کسی طاقت کے ساتھ مقابلہ کے قابل نہیں تھے نہ افرادی طاقت مضبوط تھی کیونکہ قابل مقابلہ افراد تاریخ اسلام کی پہلی لڑائی بدر میں ۳۱۳ تھے۔ مقابلہ کل اقوام عالم کے ساتھ تھا بالخصوص ابتدائی مقابلہ قریش کے ساتھ تھا۔ جن کی عددی قوت۔ مالی قوت مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھی شجاعت اور بہادری کا فطری جذبہ تقریبًا یکساں تھا۔ سارے عرب تھے۔ اسی طرح مالی طاقت دشمنانِ اسلام کی بہت زیادہ تھی۔ مسلمان قوتِ لایموت کے لئے پریشان تھے اس حد تک کہ غزوۂ خندق کے دوران صحابہ کرامؓ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے تاکہ بھوک کا احساس نہ ہو۔

ایک صحابی نے آکر شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دامن اٹھایا۔ آپ نے دو پتھر باندھ رکھے تھے اس کی وجہ سے صحابہ میں صبر اور استقلال کا جذبہ پیدا ہوگیا۔ کہ نبیؐ خود برداشت کرتے ہیں۔ جنگ میں راشن، سواری مال کے ساتھ وابستہ ہیں جب مسلمانوں کی مالی طاقت کمزور تھی تو اسی نسبت سے اور چیزیں بھی کمزور تھیں لیکن حب المال کیا حب الوطن۔ حب الاولاد سارے رضائے حق کے لئے قربان ہوتے تھے۔ مال سے مراد عام معنٰی ہے دولت ہو یا اقتدار۔ نہ مال کی لالچ سے ان کا دماغ بدل سکتا تھا نہ حب اولاد کی وجہ سے۔ کراہت الموت کی بجائے

حب الموت تھا۔

رضائے الہٰی کے حصول میں جان فروشی۔ جہاد فی سبیل اللہ۔ مرتبہ شہادت حاصل کرنا ہر مسلمان بالغ و نابالغ۔ مرد، عورت کی مقصود حیات تھا۔ حضورؐ احد کی لڑائی کے لئے نکلے تو بہت سے بچے آئے اور عرض کی کہ ہمیں بھی اجازت دیجئے تاکہ اپنے سر خدا کے دربار میں پیش کریں۔ ایک بچہ آیا جس کی عمر پندرہ سال تھی اُسے لے لیا۔ اور دوسرے بچے کی عمر کم تھی اسے قبول نہ فرمایا۔ وہ رونے لگا۔ حضورؐ سے عرض کی کہ ہم دونوں کے درمیان کُشتی کرائیے میں اسے بچھاڑ لوں گا۔ چنانچہ دونوں کا مقابلہ ہوا۔ اس نے اس کو زمین پر دے مارا۔ لہذا اسے بھی اجازت مل گئی۔

اس لڑائی میں دو صحابہ سعد اور عبداللہ ابن حجشؓ ایک گوشے میں ایک دوسرے کے مقابل بیٹھ گئے ایک نے دعا کی کہ اے اللہ آج میرا مقابلہ ایسے زور آور اور غضب ناک کافر سے کرائیے جو مجھے قتل کر دے اور میری ناک کان کاٹ لے۔ اور اے خدا جب میں تجھ سے ملوں اور آپ پوچھیں کہ اے عبداللہ یہ تیرے ناک کان کہاں گئے۔ تو میں عرض کروں کہ تیری راہ میں کٹے۔ دوسرے نے دعا کی۔ اے اللہ آج میرا مقابلہ ایسے شجاع اور دلیر کافر سے کرائیے کہ میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں۔

چنانچہ دونوں کی دعا قبول ہوگئی۔ خداوند ذوالجلال کے محبین و مخلصین کا یہی حال ہوتا ہے۔ کہ وہ خدا کی راہ میں جان دینا اپنی انتہائی سعادت سمجھتے ہیں۔ موت بمقابلہ حیات انہیں زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ اسلامی لڑائیوں میں ایسے واقعات بہت ہیں۔ کہ صحابہ کی کم تعداد نے بڑی تعداد پر کامیابی حاصل کی۔

جنگ موتہ میں صحابہ کی تعداد کم تھی۔ مقابل میں قیصر کی فوج زیادہ تھی۔ جسم کے لحاظ سے بھی بڑے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زید ابن حارثہ پہلا امیر ہوگا۔ جب وہ قتل ہو جائے تو جعفر بن ابی طالب امیر لشکر ہوں گے۔ اگر جعفر بھی قتل ہو جائیں تو عبداللہ ابن ابی رواحہ سردار لشکر ہوں گے۔ اگر یہ بھی قتل ہو جائیں تو پھر مسلمان خود پسند کریں۔ چنانچہ تینوں جرنیل شہید ہوئے۔ مسلمانوں نے خالد ابن ولید کو امیر لشکر بنایا آپ نے فوج کی ہیئت بدل دی۔ خالد نے فوج کو جوش دلانے کے لئے خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ مقابل کی فوج سلطان کے لئے لڑ رہی ہے۔ اور تم خدا اور محمد رسول اللہ کو راضی کرنے کے لئے لڑ رہے ہو۔ ہمارا بنیادی مقصد موت ہے۔ اس لڑائی میں خالد کے ہاتھوں آٹھ تلواریں ٹوٹیں۔

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جعفر کے بدن پر تلواروں اور نیزوں کے ۹۰ زخم دیکھے۔ یہ سارے زخم بدن کے اگلے حصے پر تھے۔ پشت پر ایک زخم بھی نہ تھا۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں ۲۲ لاکھ مربع زمین قبضے میں آئی۔ یہ خدا کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ہوئی

ان تنصروا اللہ ینصرکم الخ - آج اگر امریکہ کسی کے ساتھ ہو جائے تو مقابل والا لرزتا ہے . ع

چوں خدا داری زغم آزاد شو

کیونکہ اس غم میں جان چلی جائے گی یا مال . تو خدا تمہارے ساتھ محبوب کا کام کرے گا . اس کے بعد انقلاب آیا حب المال جس میں حب الاقتدار بھی شامل ہے . یہ مرض مسلمانوں میں پیدا ہوئی . اور کراہت الموت نے بزدلی پیدا کر دی . جو موت سے ڈرتا ہے وہ جان فروشی نہیں کر سکتا . اور مسلمانوں کا تعلق باللہ بھی ختم ہوا . جب سے مسلمانوں میں انحطاط کا دور شروع ہوا . اس کی وجہ سے کراہت الموت حب المال والاقتدار ربط مع اللہ کی کمزوری تھی . انگریزوں کی تعداد کم اور مسلمان زیادہ تھے لیکن انگریز نے فتح حاصل کی .

سوات صاحبؒ کے زمانے میں جو لڑائی ہوئی اس میں دیندار آدمی تھے . انگریزوں نے شکست کھائی . انگریز کہتا تھا ہماری فوج بہت ہے . مقابل میں ایک فقیر لڑکر ہمیں شکست دیتا ہے . چنانچہ انہوں نے باہم مشورہ کیا اور فیصلہ ہوا کہ انہیں روپوں سے خرید ا جائے . انہوں نے چند سرداروں کو رقم دے کر خرید لیا . وہ جنگ پر آمادہ نہ ہوئے . سوات صاحب کو شکست انگریزوں کے مال نے دی ان کی فوج سے شکست نہیں ہوئی .

سوات صاحب نے دعا کی تو بھڑوں کا ایک لشکر انگریزوں کی فوج کو کاٹنے لگا . لہٰذا وہ بھاگ گئے .

عیسائیوں نے چھ صدی ہجری میں یہ سکیم بنائی کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی دولت قبر النبی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا میں ذات رسولؐ اور قرآن بے نظیر ہے . تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر سے نکالنے کا منصوبہ بنایا . اور دو آدمی اس کام کے لئے مقرر کئے . انہوں نے روضۂ اطہر کے قریب ایک مکان کرایہ پر لیا . مسلمانوں کے بھیس میں وہاں پر درود وسلام صلوٰۃ وصیام میں مشغول ہو گئے . اکثر لوگ ان کے معتقد ہو گئے یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف سرنگ لگانے لگے . اور مٹی جنت البقیع میں ڈال دیتے . یہ سرنگ حضورؐ کی قبر مبارک کے قریب پہنچ گئی . اسی اثنا میں سلطان نور الدین زنگیؒ نے حضورؐ کو خواب میں دیکھا . آپؐ نے ان دو آدمیوں کو خواب میں ان کے سامنے کر کے فرمایا کہ ان کتوں سے میری قبر کی حفاظت کرو . جب بادشاہ بیدار ہوا تو سخت پریشانی لاحق ہوئی . کچھ دیر بعد پھر سو گیا . دوبارہ یہی خواب آئی . اس کے بعد پھر سو گیا اور تیسری مرتبہ بھی یہی خواب دیکھا . چنانچہ سلطان نے علما کو بلا کر یہ خواب بیان کیا . انہوں نے جواب دیا کہ مدینہ منورہ میں کوئی حادثہ ہے لہٰذا بادشاہ فوری طور پر تیز رفتار سواریوں پر مدینہ کے لئے روانہ ہو گیا . یہ سفر سولہ دن میں طے کیا . مدینہ پہنچ کر تمام لوگوں کو انعامات تقسیم کرنے کے لئے جمع کیا . مدینہ کے تمام لوگ مرد وزن جمع ہوئے مگر وہ دو آدمی نہ آئے . لوگوں سے پوچھا کہ کوئی آدمی باقی تو نہیں رہا . لوگوں نے جواب دیا کہ صرف دو بزرگ ترین آدمی رہ گئے ہیں جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور دنیا سے بے تعلق ہیں . بادشاہ نے انہیں بھی حاضر ہونے کا حکم دیا . چنانچہ ان دو

ان دونوں کو بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا۔ یہ وہی دو آدمی تھے جو بادشاہ نے خواب میں دیکھے تھے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تمہارا قیام کہاں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم فلاں جھونپڑی میں رہتے ہیں۔ بادشاہ ان کے ساتھ ہو لیا۔ جھونپڑی کا معائنہ کیا مگر کچھ نہ ملا۔ بالآخر اس نے مصلیٰ کی جگہ دیکھی۔ مصلیٰ کے نیچے ایک پتھر پڑا تھا جب پتھر اٹھایا گیا تو نیچے ایک سرنگ نظر آئی جو حضورؐ کے جسد اطہر کے قریب پہنچ چکی تھی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم عیسائی ہیں اور یورپ کے عیسائیوں نے ہمیں دولت کی لالچ دی اور ہم لالچ میں آ گئے۔ بادشاہ نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ اور گورنر کو حکم دیا کہ سیسہ جمع کرو۔ لہذا خندق کھود کر اس میں سیسہ ڈالا گیا۔

اگر بادشاہ صاحب کشف نہ ہوتا تو یہ عیسائی حضورؐ کے جسد اطہر کو نکال لیتے۔ یہ سب کچھ حب المال کے باعث ہوا۔

دوسرا واقعہ۔ چند آدمی آئے اور امیر مدینہ کے مہمان ہوتے۔ انہوں نے بہت سا مال امیر کو دیا۔ امیر اس میں مستغرق ہو گیا۔ امیر کو کہا کہ ہم تنہائی میں عبادت کرنا چاہتے ہیں اور جب تک ہماری عبادت پوری نہ ہو ہم نہیں نکلیں گے۔ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے۔ انہوں نے کھودنا شروع کر دیا۔ چنانچہ مدینہ کی زمین پھٹ گئی اور اس میں دھنس گئے۔ ایک کے چادر کا پلّہ باہر رہ گیا۔ مدینہ کے بادشاہ کو علم ہوا ان کا خیال تھا کہ نکالا جائے۔ یہ بھی حب المال کی وجہ سے ہوا۔

عبدالرشید نامی ایک آدمی صوابی کا تھا۔ اس کو عیسائیوں نے مال دے کر حجر اسود نکالنے کے لئے کہا۔ چنانچہ رات کے وقت اس نے اپنا کام شروع کر دیا۔ ایک آدمی نے خواب دیکھا کہ ایک شخص حجر اسود نکال رہا ہے وہ جاگ کر حرم شریف میں آیا اور اسے پکڑ لیا۔ یہ خبر اخبارات میں بھی چھپی۔ بادشاہ نے اسے سزائے موت کا حکم دیا۔ لہذا صفا و مروہ کے درمیان پھانسی پر لٹکا دیا۔ جس کی بدبو کی وجہ سے حاجی تنگ ہو گئے۔ پھر اس کی لاش کو کہیں دور پھینک دیا گیا۔

کراہت الموت ۔ جنگ یرموک عیسائیوں کے ساتھ آخری جنگ تھی۔ جنگ کے دوران چند مسلمان گرفتار ہو گئے تو ہرقل نے کہا کہ جہاں میں بیٹھا ہوں یہ زمین بھی حضور کی ہو جائے گی۔ اس نے ایک مسلمان کو پکڑا اور پوچھا کہ مسلمانوں کو کیوں فتح حاصل ہوئی۔ اس نے کہا کہ موت کو پسند کرتے ہیں۔ قیصر نے آپ کو کہا کہ میں آپ کو ولی عہد بھی بنا دوں گا اور اپنی لڑکی کی شادی بھی کرا دوں گا۔ صرف اتنا کہو کہ جنگ یرموک میں میری شرکت مناسب نہیں تھی۔ آپ نے قیصر کی پوری حکومت کو ٹھکرا دیا۔ اور کہا یہ تو زمین کی حکومت ہے اگر آسمان کی حکومت بھی دو گے تو میں ایسا کہنے کو تیار نہیں ہوں۔

قیصر حیران ہوا۔ پھر ایک کڑاہی لے آیا اس میں تیل گرم کر کے اس میں ڈال دیا۔ جس سے اس کی موت واقع

ہوگئی ۔ اور منہ سے صرف آتنی بات نہیں نکالی ۔ اس کی استقامت میں کوئی فرق نہیں آیا ۔ انہوں نے شریعت کے معمولی کام کو بھی نہیں چھوڑا ۔

دور انحطاط میں حب المال والاقتدار ۔ کراہت الموت کس درجے میں ہے ۔ کفار تنے بزدل نہیں ہیں اور نہ ان کو مال کی وجہ سے دھوکا دے سکتے ہو ۔ لاکھوں روپے سے ان کو غدار نہیں کر سکتے ۔ سب سے بڑی ضلالت دولت وسلطنت کے منتہائے مقصود سمجھنے سے آئی ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول انی لا اخاف علیکم الفقر ولکن اخاف ان تبسط علیکم الدنیا ۔ مسلمانوں پر جب دنیا کی دولت عیش وعشرت کا پردہ پڑ گیا تو وہ صرف ملک گیری کشور کشائی زندگی کا حاصل سمجھنے لگے ۔ اور دولت ایمان کی بجائے سلطنت پر قانع ہو گئے ۔ بادشاہوں نے ملک گیری جاگیر و خراج کو اپنی زندگی کا ماحصل قرار دیا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امت رہبری و راہنمائی سے غافل ہو کر رہ گئی ۔ مسلمان باطل کے کورے رہ گئے ۔

یہ مسائل اور مصائب پیدا ہی نہ ہوتے اگر مسلمان اسلام کے فی الواقعہ سچے نمائندے ہوتے اور تمام مسلمانوں کی عقلیں یورپ کی ایجادیں مرغوب نہیں کر سکتے ۔ اگر فی الواقعہ خلوص قلب سے اسلام کی نمائندگی کے لئے کھڑے ہو جائیں تو ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ۔

تغیّر کی دنیا میں
رُوح افزا کو دوام حاصل ہے
رُوح افزا جیسے سچے مشروب کی تخلیق میں طویل تجربہ،
فنی مہارت اور طبّی علم و دانش کا بڑا ہاتھ ہے۔ اس کی کوالٹی بھی
اسی مہارت سے قائم و دائم رکھی جاتی ہے۔
بے شک ذائقہ، تاثیر اور رنگ میں کوئی مشروب
رُوح افزا کا ثانی نہیں۔
مشروبات میں سرفہرست
رُوح افزا
ہمدرد

Adarts 1/81
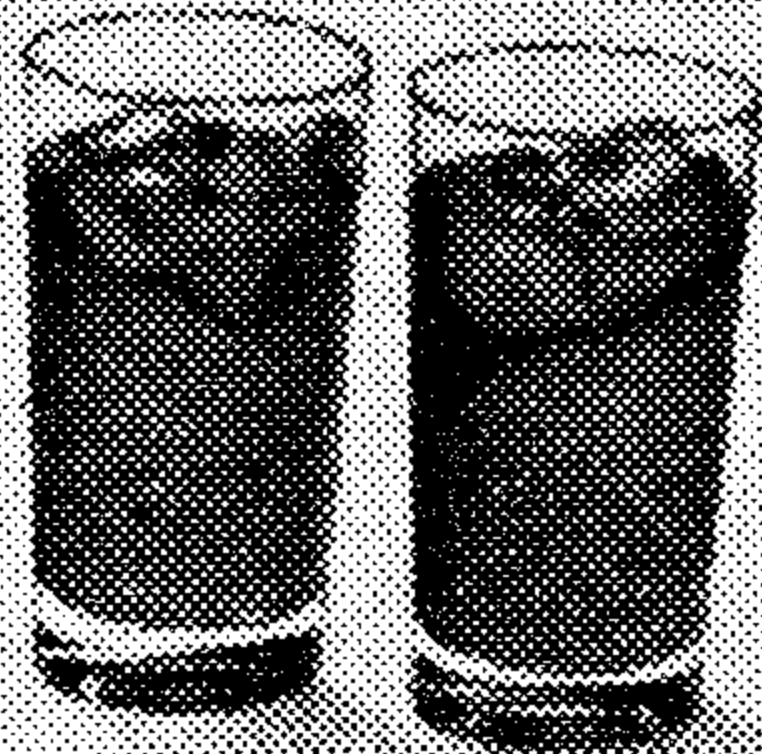
از ڈاکٹر محمد حنیف صاحب
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ دینیات
اسلامیہ کالج پشاور

حضرت مولانا محمد عبدالخالق مدظلہ باجوڑی
ایک جیّد عالم و فاضل شخصیّت

مولانا محمد عبدالخالق صاحب اُن خوش نصیب لوگوں میں شامل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس دارِ فانی میں عمر دراز کے ساتھ اعمال صالحہ کی توفیق سے بھی نوازا ہے۔ آپ نے آج سے تقریباً سوا صدی پہلے اس دنیا میں آنکھ کھولی اور جب سے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے لے کر تادم ہذا اپنی ساری عمر گراں مایہ تعلیم و تعلّم، درس و تدریس، ذکر و فکر، اصلاحِ عقائد اور ردّ بدعات میں گذاری۔

آپ اس زمانہ میں تحصیل علم کی خاطر دہلی تشریف لے گئے جب کہ دارالعلوم دیوبند کے اکابر علم ابھی زندہ تھے۔ ان کے فیوض و برکات سے ہر طرف فضا منوّر و معطر تھی اور دور دور سے طالبانِ حق آ آ کر ان کے چشمہ ہائے علم سے فیض یاب ہو رہے تھے۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو حضرت مولانا موصوف کو اس وقت کی ایک اہم تاریخی اور علمی یادگار کی حیثیت حاصل ہے۔ کیونکہ اس دور کے علماء میں سے آپ کے علاوہ شاید ہی کوئی اس وقت زندہ ہو۔

آپ کا اسم گرامی محمد عبدالخالق اور کنیت ابو عبداللہ ہے۔ اپنی جائے پیدائش "گواٹی" (باجوڑ) کی نسبت سے "گواٹی مولوی صاحب" کے نام سے مشہور ہیں اور اپنے موجودہ مسکن کٹکوٹ (باجوڑ) کی مناسبت سے "کٹکوٹ مولوی صاحب" کے نام سے بھی یاد کیے جاتے ہیں۔

آپ کے والد ماجد کا نامِ نامی مولوی سید امیر اور دادا کا نام حسام الدین تھا۔ اور آپ کا سلسلۂ نسب صوبہ سرحد کے مشہور بزرگ حضرت صالح محمد المعروف بہ دیوانہ بابا[1] کے ساتھ ملتا ہے۔ باجوڑ آپ کا آبائی وطن ہے۔ اور آپ کا خاندان عرصۂ دراز سے علاقہ ماموند کے مشہور گاؤں "گواٹی" میں آباد ہے۔ آپ اس گاؤں میں مولوی سید امیر

---

[1] حضرت دیوانہ بابا ابتدا میں موضع جلبئی (صوابی) میں سکونت رکھتے تھے۔ بعد ازاں بُنیر جا کر حضرت سید علی غواص ترمذی معروف بہ پیر بابا (المتوفی ۹۹۱ھ) کے حلقہ مریدین میں شامل ہو گئے۔ اور سلوک و طریقت کے تمام مراحل کامیابی کے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار مولانا عبدالحق گوپالی کے شاگرد اور اپنے دور کے جید عالم تھے۔ مولانا عبدالخالق صاحب کی ابتدائی تعلیم وتربیت میں اپنے والد ماجد کے علاوہ جن علماء کرام نے حصہ لیا ان میں سے مولانا نصیرالدین المعروف بہ مارچو ملا صاحب، باجوڑ۔ داماں ملا صاحب ہزارہ، حسین جان ملا صاحب، ننگر ہار، سنوائی ملا صاحب باجوڑ اور مانڑہ گئی ملا صاحب باجوڑ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

مذکورہ بالا اساتذہ کرام سے استفادہ کے بعد آپ نے مزید تحصیل وتکمیل کی خاطر ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔ وہاں جاکر آپ اس دور کی معروف درسگاہ مدرسۃ الاسلام دہلی المشہور بہ مدرسہ مولوی عبدالرب مرحوم سے وابستہ ہوگئے۔ اس زمانہ میں وہاں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (المتوفی ۱۲۹۷ھ - ۱۸۸۰ء) کے شاگرد رشید حضرت مولانا عبدالعلی دہلوی (المتوفی ۱۳۴۷ھ - ۱۹۲۸ء) صدر مدرس تھے۔ آپ کے علاوہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ (المتوفی ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء) کے داماد وشاگرد حضرت مولانا محمد شفیع دیوبندی (المتوفی ۱۳۸۰ھ ۱۹۶۰ء) مولانا حکیم حاجی محمد مظہر اللہ (المتوفی ۱۳۸۷ھ ۱۹۲۶ء) مولانا محبوب الٰہی (المتوفی ۱۳۹۱ھ ۱۹۷۱ء) اور مولانا عبدالوہاب

بقیہ حاشیہ صہ کے ساتھ طے کرنے کے بعد اذن وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ (روحانی ترڑون از عبدالحلیم اثر مطبوعہ منظور عام پریس پشاور ۱۹۵۰ء صہ ۴۸۴)

آپ ایک زاہد وعابد اور مرتاض بزرگ تھے۔ ہر وقت جذب واستغراق کی حالت میں مست رہتے تھے اس وجہ سے "دیوانہ بابا" کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کا مزار علاقہ بنیر میں شل بانڈی کے مقام پر زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

تذکرہ نگار حضرات آپ کے نام کے بارے میں مختلف الرائے ہیں۔ مولوی میر احمد شاہ رضوانی نے آپ کا نام صالح محمد لکھا ہے۔ (تحفۃ الاولیاء مطبوعہ مفید عام پریس لاہور ۱۳۲۱ھ صہ ۹) عبدالحلیم اثر آپ کا نام محمد صالح بتاتے ہیں (روحانی ترڑون صہ ۴۸۴) جب کہ روشن خان کا دعویٰ ہے کہ حضرت دیوان بابا کا اصل نام "جان خان" ہے۔ اور ان کے خیال میں آپ کو کسی اور نام سے موسوم کرنا سراسر غلط ہے (حواشی تواریخ حافظ رحمت خانی مطبوعہ شریف آرٹ پریس کراچی ۱۹۷۶ء صہ ۶۱۳) چونکہ ان میں سے ایک نے بھی ماخذ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ لہٰذا ان میں سے کسی ایک کے قول کو ترجیح دینا مشکل ہے۔ خان روشن خان کے بیان کے مطابق آپ قبیلہ یوسف زئی کی ذیلی شاخ عمر خیل سے تعلق رکھتے ہیں (حواشی صہ ۶۱۳) موضع اکبر پورہ پشاور کے مشہور ولی اللہ حضرت سید عبدالوہاب معروف بہ "اخوند پنجو بابا" (المتوفی ۱۰۴۰ھ) حضرت دیوانہ بابا کے خالہ زاد بھائی تھے (تحفۃ الاولیاء صہ ۹) اگرچہ دیوانہ بابا کی تاریخ وفات معلوم نہ ہوسکی تاہم مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت موصوف دسویں صدی ہجری کے نصف آخر اور گیارہویں صدی ہجری کے اوائل میں علاقہ بنیر میں ارشاد وہدایت کا فریضہ انجام دے چکے ہیں۔ واللہ اعلم

صاحب[۱] جیسے نامور علمائے عظام مسند تدریس پر فائز تھے۔ مولانا عبدالخالق صاحب نے علوم متفرقہ کی کتابیں دیگر اساتذہ سے پڑھیں اور حدیث شریف کا دورہ حضرت مولانا عبدالعلی صاحب اور حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کے حلقہ میں کیا ہے۔

۱۳۴۴ھ میں وہاں سے سندِ فراغت حاصل کر کے باجوڑ لوٹ آئے اور درس و تدریس کا مسند بچھا کر تشنگان علم کو سیراب کرنے میں مصروف ہو گئے۔ کچھ مدت یہاں گذارنے کے بعد علم تجوید کے بعض مسائل خصوصاً حرف "ضاد" کے تلفظ کے مسئلہ میں مقامی علماء کے ساتھ اختلافات پیدا ہو گئے۔ جس کے نتیجہ میں آپ نے ڈیورنڈ لائن کے اس پار جا کر پتاؤ کے مقام پر قیام اختیار کیا۔ وہاں تین سال گذارنے کے بعد موضع کٹکوٹ واپس آ گئے۔ تقریباً ۱ سال کے بعد دوبارہ پتاؤ چلے گئے۔ اور چار سال وہاں قیام کرنے کے بعد دوبارہ کٹکوٹ آ گئے۔ اس بار آپ نے مستقل سکونت اختیار کر کے مرکزی جامع مسجد میں درس و تدریس کا آغاز کیا۔ چونکہ آپ کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کا بہت چرچا ہو چکا تھا اس لئے دور دور سے طالبانِ حق یہاں جمع ہو کر مستفید ہونے لگے۔

علم و فضل | مولانا عبدالخالق صاحب دیوبندی مکتب فکر سے وابستہ ایک متبحر اور جامع عالم ہیں اور علم تفسیر حدیث، فقہ، منطق، تجوید، فلسفہ اور ریاضی وغیرہ تمام علوم پر یکساں عبور رکھتے ہیں۔ مولانا موصوف کی خصوصیت یہ ہے کہ دیگر علوم کے علاوہ علم ریاضی میں آپ کو بڑی دست گاہ حاصل ہے۔ ریاضی میں آپ کی مہارت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے ریاضی کی بعض مشہور کتابوں پر حواشی بھی تحریر کئے ہیں۔

اخلاق و عادات اور زہد و تقویٰ | آپ ایک فقیر طبع، صوفی منش، انتہائی متواضع، بے تکلف، ملنسار، مہمان نواز اور سادگی پسند بزرگ ہیں۔ آپ صبر و استقلال کے پیکر ہیں اور دینی معاملات میں ہر قسم کی تکلیف کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کرنے کا بے پناہ عزم و حوصلہ رکھتے ہیں۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بے حد پابند اور بدعات و رسومات کے سخت مخالف ہیں۔ اپنی تمام عمر عبادت و ریاضت، درس و تدریس، اصلاح عقائد، حسن عمل کی ترغیب اور دین متین کی اشاعت و حفاظت میں گزاری۔ آپ کے معتقدین کا دائرہ کافی وسیع ہے اور اپنے علاقہ میں بہت اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔

---

[۱] راقم الحروف حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب کی تاریخ وفات معلوم نہ کر سکا۔ البتہ مولانا ابوالحسن بن مولانا شاہ ابوالخیر مجددی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جناب مولانا مولوی عبدالوہاب صاحب تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لے گئے۔ جانے سے پہلے عاجز کے پاس تشریف لائے وہی آخری ملاقات تھی۔ اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کہاں قیام فرمایا رحمہ اللہ و رضی عنہ۔ (ملاحظہ ہو مقامات خیر از مولانا ابوالحسن مطبوعہ دہلی ۱۳۹۲ھ طبع اول ص ۴۷۲-۴۷۳)

سلوک و طریقت اور بیعت جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ آپ کی طبیعت فقر و مسکنت کی طرف زیادہ مائل تھی۔ مگر چونکہ پیر کامل کی تلاش میں انتہائی حزم و احتیاط اور خوب تحقیق سے کام لیتے تھے۔ اس لئے اس سلسلہ میں کافی تگ و دو کے بعد بالآخر حضرت مولانا نجم الدین اخوندزادہ المعروف بہ "بڈے ملا صاحب" (المتوفی ۱۳۱۹ھ ۱۹۰۲ء) کے ممتاز خلیفہ و جانشین حضرت پائندہ محمد المعروف بہ "استاد صاحب" کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اور بعد ازاں طریقۂ قادریہ اور طریقۂ نقشبندیہ دونوں میں اپنے پیر و مرشد کی جانب سے ماذون و مرخص ہوتے۔ اجازت نامہ کے الفاظ درج ذیل ہیں:۔

هوالله تعالیٰ شانهٗ

معلوم جمیع خاص و عام مردم باجوڑ و ماموند بودہ باشد کہ مولوی صاحب گواٹی عبدالخالق نام از طرف بندہ اللہ جل شانهٗ ماذون ہر دو طریقہ مبارکہ یعنی قادریہ و نقشبندیہ است بنا بر صلاحیت و علمیت برائے او اذن کردہ ام از برائے نفع مسلمانان۔ فقط والسلام

پائندہ محمد مشہور بہ استاذ بڈہ[1]

حضرت مولانا صاحب سلوک و طریقت کے مروجہ طریق میں ہر کس و ناکس کے داخل ہونے کے روادار نہیں بلکہ اس کے لئے کڑی شرائط کے قائل ہیں اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:۔

ہر کس کے ارادہ در طریقہ دارد اہم الامور او را علم شریعت است۔ کہ جاہل بامراد خود نہ رسد و بروی لازم است کہ نفس خود را بہ اخلاق حمیدہ متحلّی گرداند مثل توکل و یقین و زہد و ورع و تقوٰی و عفت و مروت و فتوت و مجاہدہ و مکابدہ و ریاضت و شوق و ذوق و رغبت و ہیبت و خوف و خشیت و رجاء و صفاء و طلب و ارادہ و محبت و حیاء و کرم و شجاعت و حلم و عفو و رحمت بہ خلائق و علو ہمت و قصر امل و سرد کردن النفس از حب دنیا کہ "راس کل خطیئۃ" است و توبہ کردن از جملہ معاصی و اضداد اینہا اخلاق سیئہ

جو شخص کہ کوئی طریقہ (تصوف) اختیار کرنا چاہے تو اس کے لئے تمام امور کے مقابلہ میں زیادہ اہم شریعت کا علم حاصل کرنا ہے۔ اس لئے کہ جاہل اپنی مراد تک نہیں پہنچ سکتا اور اس پر لازم ہے کہ اپنے نفس کو اخلاق حمیدہ سے آراستہ کرے مثلاً توکل، یقین۔ زہد۔ ورع۔ تقوٰی۔ عفت مروت۔ فتوت۔ مجاہدہ۔ مکابدہ۔ ریاضت۔ شوق۔ ذوق رغبت۔ ہیبت۔ خوف۔ خشیت۔ رجاء۔ صفاء۔ طلب۔ ارادہ۔ محبت۔ حیا۔ کرم۔ شجاعت۔ حلم۔ عفو۔ مخلوق پر رحم کرنا۔ علو ہمت۔ قصر امل۔ حب دنیا کو کم کرنا کیونکہ یہی ہر خطا کی اصل ہے۔ تمام گناہوں سے توبہ کرنا

---

[1] حضرت پائندہ محمد کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ اجازت نامہ مولانا عبدالخالق کے فرزند اکبر مولوی عبداللہ کے پاس محفوظ ہے۔

اند۔ از اینہا احتراز تام ضرور بباید پس از تعمیل مذکور به طلب شیخ کامل شوید و دعا منقول از حضرت شیخ المشائخ عبدالقادرؒ بخوانند۔ "یا ربّ دُلّنی علی الصالحین من خلقك دُلّنی علی من یدُلّنی علیك یخبرُنی عما رای عیاناً لا تقلیداً۔"[1]

مذکورہ اوصاف کی ضد اخلاق سیئہ ہیں ان سے احتراز کلی اپنائے ان امور کو پورا کرنے کے بعد شیخ کامل کی تلاش کرے اور شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالقادرؒ جو دعا منقول ہے اسے پڑھے (وہ دعا یہ ہے)

یا ربّ دُلّنی علی الصالحین من خلقك دُلّنی علیٰ من یدُلّنی علیك و یخبرنی عمّا رای عیاناً لا تقلیداً اھ

شیخ کامل کی تعریف کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:۔

پیری کہ در وی چیزی خلاف از شریعت می باشد آں را کامل گفتہ نہ شود . . . . پس آں کس کہ جاہل و گمراہ باشد و از دین حنیفیہ مائل باشد۔ بہ چہ طور شما را بہ مقام حقیقت می رساند و در پیر کامل ایں ہمہ شرط است کہ سلسلہ او بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسیدہ باشد و از پیر خود خلیفہ باشد پس ہرگاہ کہ بہ شروط مذکورہ کسے پیدا شود "وقلیل ما ہم" پس اتباع او می شود و لائق اقتدا باشد نہ آں کہ پیرزادہ و شیخ زادہ باشد و بغیر از شرائط مذکورہ طریقہ دہد خود گمراہ باشد و دیگراں را گمراہ می سازد فایاک عن طریقتہ[1]

وہ پیر جس میں شریعت کے خلاف کوئی بات ہو اسے کامل نہیں کہا جا سکتا ۔ . . . . پس وہ شخص جو جاہل اور گمراہ ہو اور دین حنیف سے ہٹا ہوا ہو۔ وہ کس طرح تمہیں حقیقت کے مقام تک پہنچا سکے گا۔ کامل پیر میں یہ تمام باتیں شرط ہیں۔ کہ اس کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم تک پہنچا ہوا ہو اور اپنے پیر کا خلیفہ ہو۔ پس مذکورہ شرائط کے مطابق اگر کوئی شخص ملے اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں پس اس کی پیروی کی جا سکتی ہے اور وہ لائق اقتدا ہے۔ اور وہ شخص نہیں جو (صرف) پیرزادہ اور شیخ زادہ ہو۔ اگر مذکورہ شرائط کے بغیر بیعت کراتا ہو وہ خود گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ بناتا ہے پس اس کے طریقہ سے دور رہو۔

نام نہاد پیروں اور مشائخ کے بارے میں فرماتے ہیں :۔

بدآنکہ ای برادر و ارجمند! از سردار کونین پرسیدند کہ قیامت کدام وقت قائم شود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

جان لو اے بھائی اور اے سعادت مند لوگوں نے سردار کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب برپا ہوگی

---

[1] طریقۃ السلوک الی ملک الملوک از مولانا عبدالخالق ص ۲۔

جواب فرمودہ کہ

"اذا ضیعت الامانۃ فانتظر الساعۃ

فقیل کیف اضاعتها قال علیہ السلام

اذا وسّد الامر الیٰ غیر اهلہ فانتظر"

یعنی امر دین چوں بہ غیر اہل خود سپردہ شود دراں وقت قیامت قائم شود پس ببیں و بگو بہ انصاف کہ بہ خلافت خلفاء راشدین مہدیّین حاکمان زمان نشستند و بہ قضا شریح و ابی یوسف قضاۃ الدہر ولایت دارند و بہ طریقہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ و معروف کرخیؒ و جنید بغدادیؒ و ابی یزید بسطامیؒ وغیرہم قدس اسرارہم پیران جاہلان بتدعان الاف بزرگی می زنند پس امر دین بہ غیر اہل خود سپردہ شدہ دیانہ۔ احترام تام بدارید ای برادران از پیران بتدعان جاہلان وقت رواجیان پیسہ ہا جمع کنان تاکہ در شبکہائے ایشاں بندہ نشوید۔ الحذر الحذر ؎

قلندران حقیقت بہ نیم جو نخرند
قبا اطلس آں کس کہ از ہنر عاریست[1]

پیغمبر صلعم نے جواب دیا کہ جب امانتیں ضائع ہونے لگیں تو قیامت کا انتظار کر لو۔ کہا گیا۔ امانت کیسے ضائع ہو گی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب اختیار نااہل کو سونپا جائے پس قیامت کے منتظر رہو یعنی جب دین کا معاملہ نااہل کو سپرد کیا جائے۔ تو قیامت بپا ہو گی۔ پس دیکھو اور انصاف سے کہو کہ موجودہ حاکم خلفائے راشدین مہدیین کے صحیح جانشین ہیں اور کیا زمانے کے قاضی حضرت شریحؒ۔ حضرت امام ابو یوسفؒ کی طرح قاضی بننے کا حق رکھتے ہیں اور جاہل بدعتی پیر جو بزرگی کی لاف زنی کرتے ہیں۔ کیا حضرت عبدالقادر جیلانی معروف کرخی۔ جنید بغدادی اور ابو یزید بسطامی کے طریقہ کے پیروکار ہیں۔ ایسے پیروں سے جو بدعتی۔ جاہل پیسہ جمع کرنے والے رواجی ہیں۔ تاکہ آپ ان کے جال میں جکڑنے نہ پائیں۔ بچو! بچو۔ ایسے لوگوں سے بچتے رہو۔

رہروان طریق سلوک کو ذکر و فکر میں جذب و استغراق کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ای برادر! ہر وقت ذاکر و متفکر باش تاکہ در جمیع لطائف شما ذکر جاری شود۔ بلکہ کل بدن بہ ذکر گویا شود و از ہر گوشت و پوست و ہر موئے و از ہر سوی اللہ اللہ شنیدہ شود و فنا کلّی حاصل آید[2]

اے بھائی! ہر وقت ذکر و فکر میں مشغول رہو تاکہ تمہارے تمام لطائف میں ذکر جاری ہو جائے۔ بلکہ تمام بدن ذکر کرنے لگے۔ اور ہر گوشت و پوست اور ہر بال اور ہر طرف سے اللہ اللہ کا ورد سنا جائے۔ اور فنا کلی حاصل ہو جائے

انگریزوں کے خلاف جہاد اور جدوجہد آزادی | انیسویں صدی عیسوی میں جب برصغیر کے مسلمانوں نے

[1] طریقۃ السلوک ص ۳ [2] ایضاً ص ۲۷

انگریزوں کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا تو اس تحریک آزادی میں صوبہ سرحد کے مذہبی رہنماؤں بالخصوص شمالی علاقوں کے علماء ومشائخ کرام نے جو عظیم الشان کردار ادا کیا وہ تاریخ کے اوراق میں خود انگریزوں کے قلم سے محفوظ ہے شمالی محاذ کے مجاہدین میں سے حضرت عبدالغفور معروف بہ اخوند صاحب سوات (المتوفی ۱۲۹۴ھ ۱۸۷۷ء) حضرت مولوی عبداللہ صاحب سوات، حضرت نجم الدین اخونزادہ معروف بہ ہڈے ملا صاحب (المتوفی ۱۳۱۵ھ ۱۹۰۲ء) مولانا سعداللہ صاحب معروف بہ سرتور فقیر بنیر۔ حضرت پالام ملا صاحب، دیر مولانا عبدالکریم معروف بہ بابڑے ملا صاحب باجوڑ النگار فقیر صاحب۔ مولانا احمد جان معروف بہ سنڈاکئی ملا صاحب سوات (المتوفی ۱۳۴۵ھ ۱۹۲۶ء) مولانا محمد قیصر المعروف بہ شرہی فقیر صاحب سوات (المتوفی ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۵ء) اور مولانا فضل واحد معروف بہ حاجی صاحب ترنگ زئی (المتوفی ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۷ء) وہ عظیم شخصیتیں ہیں جنہوں نے تاریخ کے اس نازک مرحلہ پر قوم کو قابل فخر قیادت فراہم کی اور اپنی قوت ایمانی کے زور سے ہر محاذ پر انگریز کے لاؤ لشکر اور توپ وتفنگ کے مقابلہ میں انتہائی بے جگری کے ساتھ لڑتے رہے۔ حضرت مولانا عبدالخالق صاحب اس لحاظ سے بھی بڑے خوش قسمت ہیں کہ انگریزوں کے خلاف سرحدی قبائل میں آپ کو نہ صرف تحریک چلانے کا موقعہ ملا بلکہ اس اسلامی جہاد میں مختلف محاذوں پر مجاہدانہ شرکت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

تصنیفات وتالیفات | حضرت مولانا صاحب کو خداوند تعالیٰ نے دیگر احسانات کے ساتھ ساتھ یہ توفیق بھی عنایت فرمائی کہ خود اپنی معلومات کو سپرد قلم کرکے محفوظ کر دیا ہے۔ آپ کے قلم کے رشحات آپ کے تبحر علمی۔ وسعت مطالعہ۔ مذہبی جوش وجذبہ، اخلاص وتقویٰ اور زبردست محنت وکاوش کے آئینہ دار ہیں۔ آپ نے جو کتابیں لکھی ہیں ان کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:۔

۱۔ **غنیۃ القاری شرح الصحیح البخاری** | یہ شرح عربی زبان میں لکھی گئی ہے اور چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول چھپ چکا ہے اور باقی پانچ جلدیں تاحال مخیر حضرات کی توجہ کی منتظر ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نیک بخت کو اس کار خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۲۔ **طریقۃ السلوک الی ملک الملوک** | یہ ایک مختصر مگر نہایت جامع رسالہ ہے۔ فارسی زبان میں لکھا گیا ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ اس کا موضوع سلوک وطریقت ہے۔ اور اس کی خوبی یہ ہے کہ طریقہ قادریہ اور طریقہ نقشبندیہ کے اذکار واوراد کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ میرے نزدیک سلوک وتصوف کے شائقین اور راہ طریقت کو اختیار کرنے کے خواہشمند حضرات کے لئے اس رسالہ میں رہنما اصول اور نہایت مفید قواعد وضوابط موجود ہیں۔

رسالہ کے آخر میں آپ نے اپنا شجرۂ طریقت قلم بند کیا ہے۔

۳۔ العصام الصارم | مولانا صاحب تجوید میں کافی مہارت و دلچسپی رکھتے ہیں۔ آپ نے اس موضوع پر عربی زبان میں ایک مختصر رسالہ تحریر کیا ہے جو ۱۳۴۹ھ میں منظور عام پریس پشاور میں چھپ چکا ہے۔

۴۔ حاشیہ شرح چغمنی | اس کا موضوع اور زبان عربی ہے۔ اس وقت قلمی شکل میں محفوظ ہے۔

۵۔ حاشیہ بدیع المیزان | اس کتاب کا موضوع منطق ہے اور عربی زبان میں لکھی گئی ہے اس کا ایک قلمی نسخہ مصنف موصوف کے پاس موجود ہے۔

۶۔ حاشیہ حمداللہ | جیساکہ نام سے ظاہر ہے علم منطق کی مشہور کتاب حمداللہ شرح سلم العلوم کا حاشیہ ہے۔ اس کی زبان بھی عربی ہے اور منطق کے طلباء کے لئے نہایت کارآمد اور مفید چیز ہے۔ کتاب کے آخر میں کاتب محمد عبدالدائم مرحوم کی یہ عبارت درج ہے۔

قد تمت الحاشية المباركة التى الفها سلطان السذكاء وبرهان العلماء شيخ السنة و الصوفية قد اعطاه الله من العلوم كلها حظاً وافراً و قسطاً سابغاً لعل سكناته، و حركاته و اقواله، و افعاله، لله و فى الله ولا يخاف لومة لائم فى الله الجناب مولانا والدى و مرشدى ابا عبدالله محمد عبدالخالق فريد الدهر الباجوڑى ثم الكواتوى رحمه الله تعالىٰ عليه

اولاد ذکور | مولانا عبدالخالق صاحب کی اولاد ذکور کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

زوجہ ۱۔ مولانا عبداللہ صاحب آپ کے فرزند اکبر ہیں ۱۳۴۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد بزرگوار سے استفادہ کے بعد صوبہ سرحد کی مشہور و معروف علمی درسگاہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں داخلہ لیا اور ۱۳۹۰ھ میں یہاں سے سند فراغت حاصل کی۔ بڑے خوش اخلاق اور اپنے علاقہ میں کافی اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔

زوجہ ۲۔ مولانا عبدالرحیم صاحب۔ اپنے والد ماجد سے علمی فیض حاصل کیا۔ نہایت معزز، دیندار اور مذہبی جوش و جذبہ سے سرشار نوجوان ہیں۔

زوجہ ۳۔ مولوی عبدالعزیز صاحب۔ مولوی فاضل۔ فاضل دارالعلوم قاسمیہ پشاور۔ عبدالملک، عبدالسلام۔ عبدالوکیل، عبدالمومن۔ عبدالقادر اور عبدالحفیظ۔

چند مشاہیر فیض یافتہ شاگرد | کسی باکمال شخص کا صرف یہی کمال نہیں ہوتا کہ وہ خود کامل ہے بلکہ شخصیت کے کمال کا ایک بین ثبوت شخصیت سازی میں اس کی تاثیر ہوتی ہے۔ حضرت مولانا صاحب کے فیض صحبت، باطنی اثر اور علم و فضل نے سینکڑوں اشخاص کو زہد و تقویٰ کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا بلند مقام بھی عطا کردیا۔ اگرچہ ایسے

حضرات کی تعداد بہت زیادہ ہے ۔ مگر راقم الحروف جن حضرات کے نام معلوم کر سکا ہے ان میں سے چند قابلِ ذکر تلامذہ کی فہرست حسب ذیل ہے :-

۱- ڈاکٹر عبدالقادر سلیمان ۔ قندہار ۔ افغانستان
۲- پائندہ محمد فاضل دیوبند المعروف بہ کابل مولوی صاحب
۳- مولانا قمر صاحب مرحوم المعروف بہ جُورے مولوی صاحب ۔ سوات
۴- گھڑئی مولوی صاحب ۔ سوات
۵- مولانا فضل احمد مرحوم المعروف بہ موزو صاحب حق صاحب
۶- فضل کریم مولوی نحقی پشاور
۷- حمد اللہ مولانا صاحب کتوزو ؍؍
۸- شیخ الحدیث عبدالرحمن مولوی صاحب ۔ مردان
۹- شیخ الحدیث عبدالمنان مولوی صاحب ؍؍
۱۰- فضل الرحمان مولوی صاحب ۔ دیر
۱۱- مولوی محمد معشوق مرحوم مروره افغانستان
۱۲- مولوی عبدالعزیز مرحوم چنار ۔ باجوڑ
۱۳- قاضی عبدالمتین مسکینی درہ ۔ جندول
۱۴- مولوی عبدالعزیز مرحوم ۔ قاضی بادین ؍؍
۱۵- مولوی عبدالمجید کودی خیل ۔ ننگرہار افغانستان
۱۶- مولوی عبدالعزیز المعروف بہ چارمنگ مولوی صاحب گجر
۱۷- غازی محمد گبرے باجوڑ
۱۸- عبیداللہ صافی سابق قاضی القضاۃ ۔ کابل
۱۹- مولوی عبدالخالق مرحوم دم کلے افغانستان
۲۰- عبدالدائم مرحوم باجوڑ
۲۱- مولوی عبدالحق ۔ ننگرہاری
۲۲- مولانا احمد نور اخار باجوڑ
۲۳- مولانا فضل کریم نحقی پشاور
۲۴- مولانا گل رحمٰن صاحب باجوڑ
۲۵- مولانا فضل کریم نحقی پشاور
۲۶- مولانا معز الرحمن صاحب المعروف بہ صاحب حق صاحب ۔ مرزا ڈھیر پشاور
۲۷- راقم الحروف کے والد ماجد محمد لطیف ساکن سیمی ۔ باجوڑ
۲۸- مولوی عبدالغفار بریالے شہید قندہار افغانستان
۲۹- مولوی عبدالاحد ؍؍ ؍؍
۳۰- قاضی عبیداللہ خلوزو باجوڑ

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

ٹ ٹ ٹ ٹ
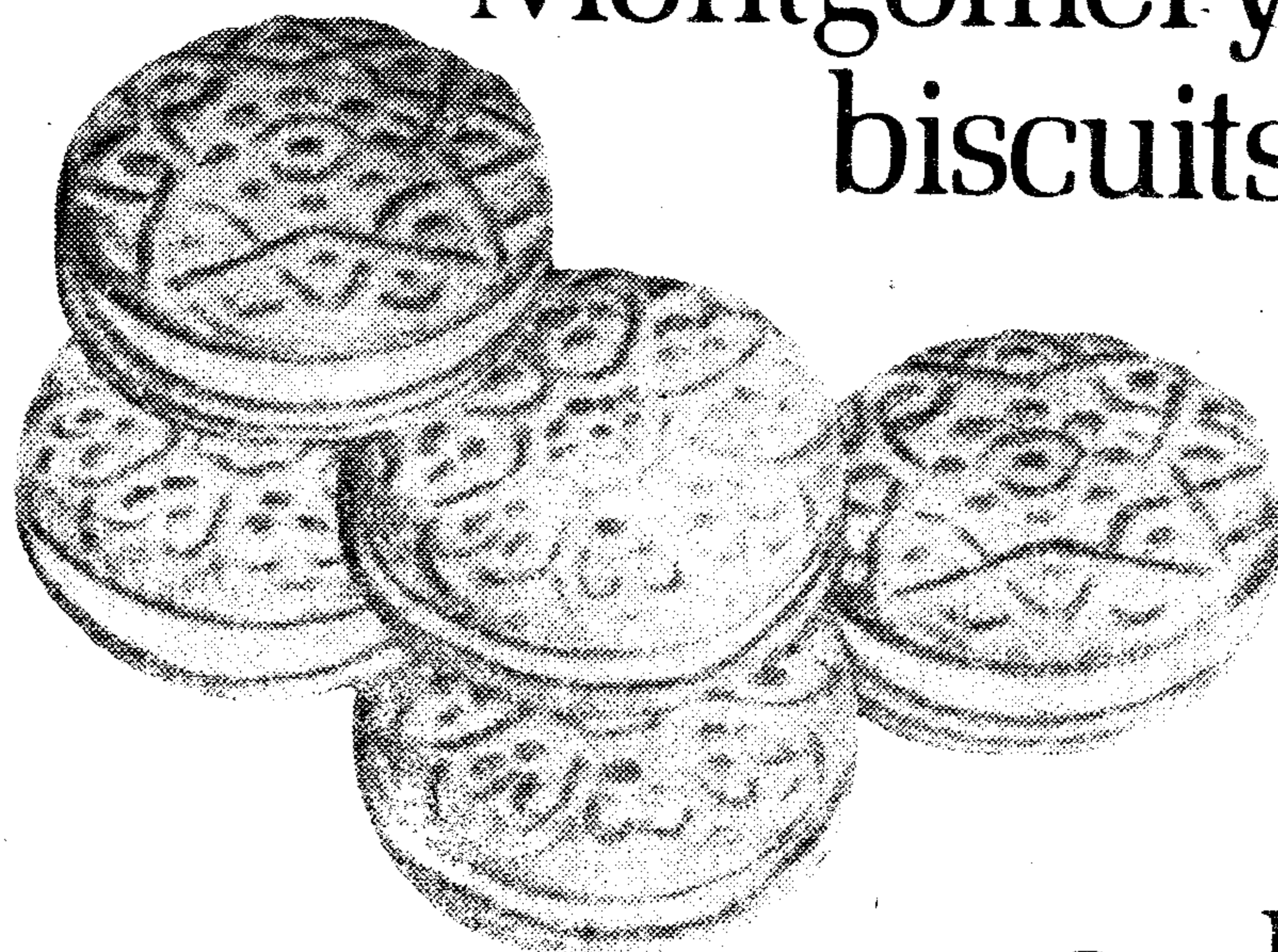
Montgomery
biscuits
and
sweets
taste better

حضرت مولانا لطافت الرحمان سواتی
جامعہ اسلامیہ بہاولپور

ایک زائر حرمین کا سفرنامہ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیش لفظ :- پروردگارِ عالم نے آج کی مادی آسائشوں اور سائنسی سہولتوں کی بہتات میں زیارت حرمین کے سفر کے لئے جس سہولت و آرام کا سامان فراہم فرمایا ہے ۔ اس پر مسلمان جس قدر شکر کرے کم ہے ۔ کیونکہ ماضی بعید وقریب میں ملّت مسلمہ کے لاکھوں افراد عالم اسلام کے ہر طرف سے آکر حرم مکہ اور مدینہ کی زیارت کرتے رہے ہیں ۔ مگر اس سفر میں ان کو جن صعوبتوں سے سابقہ پڑتا تھا ۔ وہ مسلمان امت کی دینی تاریخ کا ایک اہم تر باب ہے جس پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے آج کا مسلمان حیران ہو کر کہتا ہے ۔ کہ یا اللہ ماضی میں یہ سفر حد درجہ دشوار اور دِقّت طلب تھا ۔ اور آج سفر غایت درجہ سہل پر لطف اور زمین یا سمندر کی بجائے ہوا کے کندھوں پر تھوڑے ہی وقت میں سرانجام ہو سکتا ہے ۔ مثلاً پاکستانی مسلمان کم وبیش چار گھنٹے کی پرواز سے اپنی اس عظیم خواہش کو پورا کر لیتا ہے جس کے تحت گویا ہوائی جہاز وہ سائنسی کبوتر ہے اور موجودہ حاجی وہ چیونٹی ہے جس کے بارہ میں شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی فرماتے ہیں کہ ؎

مورِ مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسم   دست در پائے کبوتر زد و در کعبہ رسید

غرض یہ کہ حج اور عمرہ جس قدر اہم عبادتیں ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اسی قدر آسانی کا انتظام فرمایا ہے اور اسی سے فائدہ اٹھا کر مسلمان قوم کے سعید اور نیک بخت افراد حج اور عمرہ کرتے ہیں اور اللہ کا یہ انعام واکرام اسی قدر عام اور سہل الحصول ہے کہ اس سے مجھ جیسا جاہل و کاہل گنہگار و شرمسار مسلمان بھی فیض یاب ہو گیا ہے ۔ فللہ الحمد علی منّہ وکرمہ

__میرا حج__ | میرے حج میں ایسی کوئی بات تو خیر نہ سہی جو قارئین " الحق " کے لئے تازہ علم و معلومات کا ذریعہ ہو تاہم مضمون پڑھنے والے حضرات پڑھیں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرے اس سفر کے دوران بعض درپیش حالات اور واقعات قارئین کرام کے لئے موجب لطف و سرور ضرور ہیں ۔ جن کے عرض کرنے سے مقصد کوئی ریا و نمود تو اس وجہ سے نہیں ہو سکتا کہ اب یہ عبادت آسان ہو گئی ہے ۔ تو اگر میں بھی بحیثیت ایک مسلمان کے اس سے بہرہ ور ہوا تو

کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ اگرچہ میں اس قابل نہ تھا اور اللہ تعالیٰ کے اس احسانِ عظیم پر شکر و ثنا ادا کرنے سے بھی قاصر ہوں ؎

فلوان لی فی کل منبت شعرۃ لسانا لما ادیت حق ثنائہ

حج کی درخواست اور صلوٰۃ التسبیح | میں نے ۳۰ اپریل ۱۹۷۰ کو حبیب بنک اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں حج کی درخواست دی پھر یکم جون سے تعطیلاتِ موسم گرما کے دوران میں سوات تھا۔ انہی دنوں رمضان بھی آگیا۔ اور خوش نصیب امیدواروں کی منظوری کی اطلاعیں بھی آنے لگیں۔ جن میں میرے برادر مولانا محمد قاضی خان صاحب فاضل دیوبند اور ان کی اہلیہ محترمہ بھی تھیں۔ مگر میری طرف کوئی اطلاع نہ آئی۔ اور میں حد درجہ مایوسی اور ناکامی کے تفکرات میں ڈوبا ہوا تھا۔ تاآنکہ ماہ صیام کے آخری جمعہ کو میں نے صلوٰۃ التسبیح پڑھی۔ اور خداوند پاک کے حضور نہایت عجز و نیاز سے رویا۔ منظوری درخواست کی دعا مانگی۔ اور تین گھنٹہ مسلسل بارگاہ رب العزت میں آہ و زاری کی۔

۱۷ شوال کو میں بہاولپور چلا آیا۔ یہاں بھی اکثر لوگوں کو منظوری کی اطلاعیں آچکی تھیں۔ اگرچہ میں مایوس تو تھا ہی لیکن صلوٰۃ التسبیح والے شغل سے پرامید بھی تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز میرے ایک دوست حاجی محمد رمضان صاحب خیاط نے مجھے مبارک دی اور کہا کہ آپ حج پر ضرور جائیں گے۔ کیونکہ میں نے خواب میں آپ کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا ہے۔ چنانچہ چوتھے روز میرے نام حاجی کیمپ کراچی سے بجے بعد دیگرے دو تار آئے۔ کہ آپ کی درخواست منظور ہوگئی ہے۔ آپ فوراً ہمیں بذریعہ تار مطلع کریں کہ آپ کراچی کب آرہے ہیں۔ میں نے ۱۲ اکتوبر کو کراچی پہنچ جانے کی اطلاع دی۔

بہاولپور سے روانگی | میں ۱۰ اکتوبر کو بہاولپور سے روانہ ہوا۔ ۱۲ اکتوبر صبح ۸ بجے صدیقی صاحب سکرٹری وزارتِ حج سے ملا۔ انہوں نے ضروری کارروائی مکمل کرنے کے بعد مجھے جہاز کا ٹکٹ دے دیا۔ دوسرے روز صبح ۵ بجے ہوائی اڈہ پہنچا۔ اور یہاں آکر احرام باندھا اور تلبیہ کے شور و شغب سے جو کیفیت میری تھی۔ وہ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔

دس بجے ہوائی جہاز عازم جدہ ہوا۔ سوا دو بجے ہم مطار جدہ میں اترے۔ یہاں کم و بیش چھ گھنٹے پاسپورٹ وغیرہ کی تیاری میں صرف ہوئے۔ بعد نماز عشا۔ حرم پاک کی طرف بس میں روانہ ہوئے۔ رات ایک بجے مکہ مکرمہ پہنچے جہاں پہنچ کر مسلمان اپنی پوری زندگی میں ایسا سعید وقت دوسری جگہ نہیں پا سکتا۔ جس قدر سعید اور لذیذ حرم شریف میں داخلے کے بعد کعبۃ اللہ پر نظر پڑنے کی ہے۔ کعبۃ اللہ پر اپنی گناہ گار نظر گڑا ئے رہا۔ اور میں حیران تھا کہ یا اللہ کہاں میں اور کہاں یہ عظیم مقدس اور معظم بیت۔

زیادہ تر اوقات حرم شریف کی مقدس فضا میں گذرتے رہے اور مجھ گناہ گار سے عبادت تو ہوئی نہیں البتہ اللہ نے موقع فراہم فرمایا تھا۔

بیت اللہ اور قبولیت دعا۔ ۲۲ رذیقعدہ کی رات کو بعد نماز عشا دیر تک تلاوت قرآن میں مشغول رہا اس کے بعد طواف کر کے حطیم والے رکن پر سر رکھ کر رو رو کر اللہ تعالیٰ سے جو دعا مانگی تھی اس میں تین باتوں کا خاص طور پر میں نے سوال کیا تھا اور حج سے واپسی پر تھوڑے ہی عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے تینوں باتیں قبول فرما لیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ آستانہ رب کائنات پر حاضری سے وہ مجھ جیسے گناہ گار کی دعائیں بھی قبول فرماتے ہیں۔

۲۳ رذیقعدہ کو صبح ۹ بجے عازم مدینہ منورہ ہوئے۔ مکہ اور مدینہ کا درمیانی فاصلہ کم و بیش چار سو کلومیٹر ہے لیکن دوران سفر بسوں کے چلنے کے وقفے، ہوٹلوں پر حاجیوں کے کھانے، نماز وغیرہ اور دوسری ضروریات کے سبب دیر لگتی ہے۔ اس وجہ سے بعد مغرب مدینہ منورہ پہنچے اور روضۂ اقدس پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ پھر قیام مدینہ میں مقامات کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔

نو دن کے قیام کے بعد یکم نومبر کو عازم مکہ مکرمہ ہوئے۔

حرم شریف کی عظمتوں کی ایک جھلک۔ عام طور پر میرے لئے زمین پر سونا ممکن نہیں ہے۔ مگر حرم شریف میں رات کے دو بجے تک تلاوت قرآن میں مشغول رہا اور ناقابل بیان حد تک ذوق و حلاوت اور لطف و سعادت سے اپنے آپ کو مالا مال تصور کر رہا تھا۔ اور تھک کر قرآن مجید رومال میں لپیٹ کر رکھ دیا اور لیٹ گیا۔ لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی۔ تہجد کی اذان جب حرم شریف میں گونجی تو میں جاگا۔ خدا کی قسم میں انتہائی خوش اور میرا بدن اس قدر آسودہ تھا جس طرح کہ بچہ اپنی ماں کی گود میں سو کر خوش اور آسودہ ہوتا ہے۔ اس طرح بیت اللہ کی عظمت نے بظاہر ایک ناممکن کام کو ممکن بنا دیا ہے۔

اک وہ ہے کہ مشکل کو بھی ممکن بنا گئے کہ ہم ہیں کہ ممکن بھی حاصل نہ کر سکے

ایام حج کے اشغال و مناسک۔ ۸ رذی الحجہ یوم الترویہ کو صبح ۸ بجے منیٰ کو روانہ ہوئے۔ ۹ رذی الحجہ یوم العرفہ کو وقوف عرفات کا فریضہ ادا ہوا۔ مسجد نمرہ میں اللہ نے جگہ دے دی۔

بعد مغرب مزدلفہ کے لئے روانہ ہوئے۔ اور مسجد مشعر الحرام میں نماز ادا کرنے کی اللہ نے سعادت بخشی۔

منیٰ میں آگ۔ منیٰ میں ہمارے کیمپ کے قریب ایک کیمپ میں آگ لگ گئی۔ سعودی حکومت کے فائر بریگیڈ اور گاڑیوں نے پانی اور ہیلی کاپٹروں کے گیس پھینکنے سے آگ پر قابو پا لیا گیا۔ کیمپ تو جل گیا مگر جانی نقصان سے لوگ محفوظ رہے۔ ۱۳ رذی الحجہ کی شام بیت الحرام میں واپس پہنچے۔

غارِ حرا | ۹ ذی الحجہ کو غارِ حرا گئے۔ یہ غار ایک بلند پہاڑ جسے جبلِ نور کہتے ہیں بڑی بڑی چٹانوں کے اندر واقع ہے۔ یہاں کی فضا اور ہیبت و عظمت کا منظر۔ نزولِ وحی الٰہی اور حاملِ وحی حضرت جبرئیل کی ایک ابدی اور دائمی یادگار ہے۔ غارِ حرا کے اس منظر میں وہ حصہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہے جہاں غار کے قریب ہی اس قدر خلا ہے جس سے آدمی بمشکل ہی گزر سکتا ہے۔ اور گذرنے والے کو یہ سعادت ملتی ہے کہ جن دو پتھروں کے درمیان شکنجہ کی طرح حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر مشکل سے گذرا ہوگا۔ اسی طرح آج میرا بدن بھی سعادت اندوز ہو گیا ہے۔

عمرہ اور جعرانہ | ۱۷ ذی الحجہ کو ہم جعرانہ گئے۔ جو زمین حل میں واقعہ ہے۔ احرام باندھا اور دوگانہ ادا کیا اور حرم شریف آ کے عمرہ ادا کیا۔
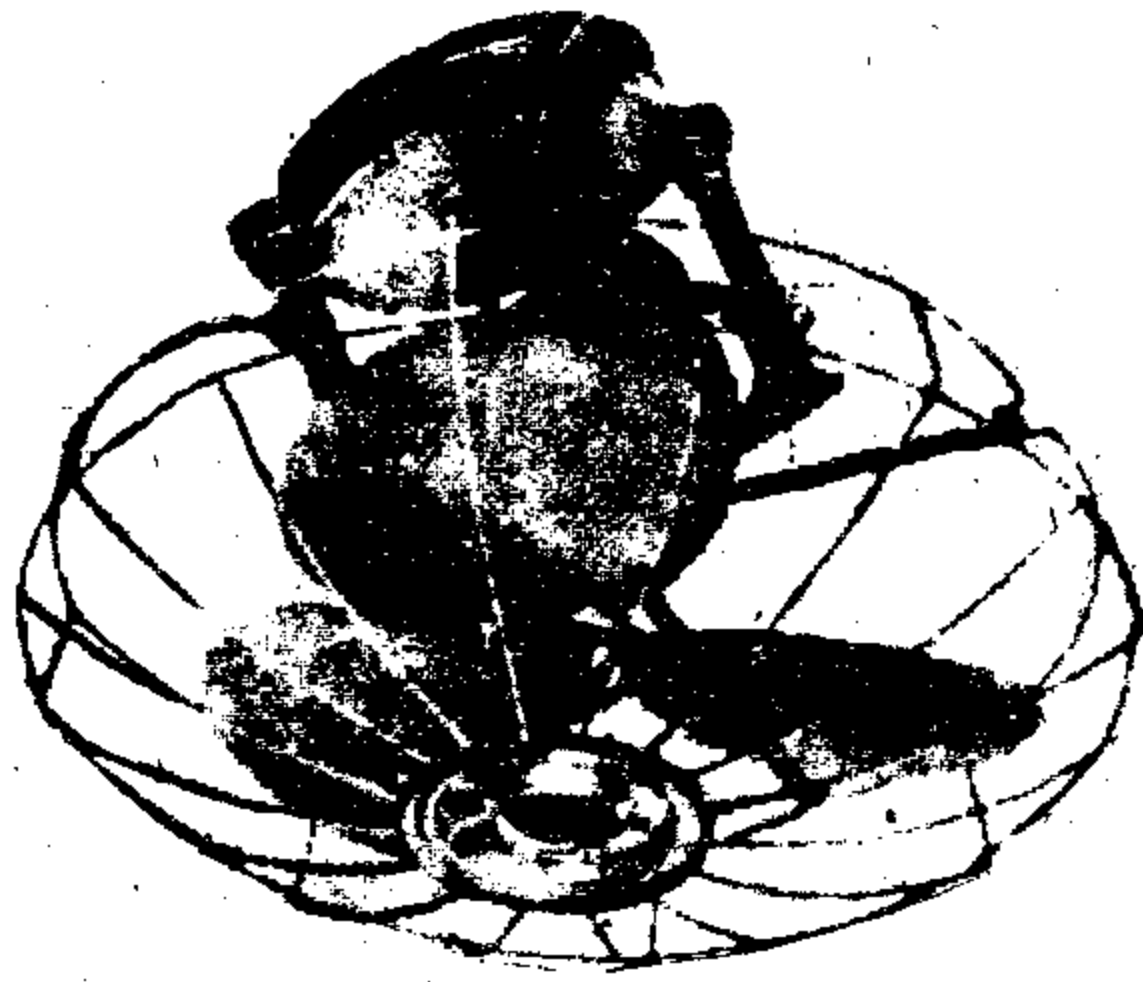
صدق جدید۔ لکھنو

فرعون کی لاش

اور

قرآنِ کریم

قرآن کریم میں یہ تصریح موجود ہے کہ فرعون کی نعش کو آنے والی نسلوں کو درسِ عبرت دینے کی غرض سے محفوظ رکھا گیا ہے ۔ [illegible] گذریں کہ مغربی ماہرین اثرات نے غرق شدہ فرعون کی نعش جو ممی کی صورت میں محفوظ چلی آئی تھی ڈھونڈ نکالی ہے اور وہ اس وقت قاہرہ کے عجائب خانہ کے رکھی ہوئی ہے ۔ بائبل میں صرف اتنا درج ہے کہ فرعون ڈوب کر ختم ہو گیا۔ صرف قرآن مجید ہی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس کی نعش محفوظ ہے ۔

ایک مغربی محقق ڈاکٹر موریس بوکیلی نے اپنی کتاب دی بائبل دی قرآن اینڈ سائنس کے پورے دس صفحات میں اس نعش کے متعلق قرآن کے بیان کی صداقت کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

" جو لوگ مقدس کتابوں کی سچائی کے لئے جدید ثبوت مانگتے ہیں وہ قرآن کی ان آیات کو پڑھیں ۔ فالیوم ننجیک ببدنک الخ سورہ یونس ۔ اور پھر قاہرہ کے عجائب خانہ میں شاہی ممیوں کے کمرہ کو دیکھیں تو وہ اس کی نہایت شاندار تصدیق پالیں گے "

کتاب کا اقتباس معاصر رسالہ دہلی کے شمارہ مئی ۸۱ ء میں مولانا وحیدالدین خان صاحب کے قلم سے نکلا ہے ۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ڈاکٹر موصوف کو اس کا شوق پیدا ہوا کہ وہ قرآن کے سائنسی بیانات کا جدید تحقیقات سے مقابلہ کریں ۔ اس مقصد کی خاطر انہوں نے عربی سیکھی تاکہ قرآن کو براہ راست اس کی زبان کو سمجھ سکیں ۔ اس کے بعد انہوں نے ڈھائی سو صفحات پر مشتمل مذکورہ کتاب شائع کی ۔

مضمون نگار نے آگے چل کر اس محققانہ کتاب کے آخری فقروں کا ترجمہ مع اصل تحریر انگریزی متن کے نقل کیا ہے جو ہر مسلمان کے ایمان کو تازہ کرنے والا ہے :۔

" محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں علم کی جو سطح تھی اسے دیکھتے ہوئے یہ بات بالکل ناقابل قیاس ہے کہ قرآن کے بہت سے بیانات جو سائنس سے تعلق رکھتے ہیں وہ کسی آدمی کے لکھے ہوئے ہوں ۔ یہ بات پوری طرح معقول ہے کہ قرآن کو نہ صرف خدائی الہام سمجھا جائے بلکہ مزید اسے ایک بہت امتیازی درجہ دیا جائے ۔ قرآن اپنے مستند ہونے کی جو ضمانت دیتا ہے اور اس کے اندر جو سائنسی بیانات ہیں جب ان کا مطالعہ آج کیا جاتا ہے تو وہ قرآن کو انسانی کتاب قرار دینے کے خلاف ایک چیلنج معلوم ہوتے ہیں "

علامہ شاطبی اور قصیدۂ شاطبیہ

قاری فیوض الرحمان صاحب قادری ایم۔اے

مشہور امام تجوید وقراۃ حضرت ابوالقاسم بن فیرّہ بن خلف بن احمد رعینی شاطبی اندلسی۔ اندلس کے قصبہ " شاطبہ " میں پیدا ہوئے۔ سالِ ولادت ۵۳۸ھ ہے۔

آپ نے قراءت ابوالحسن علی بن ہذیل سے۔ انہوں نے ابوداؤد سلیمان بن خلف سے اور انہوں نے ابوعمرو سعید بن عثمان دانی مصنف تیسیر سے پڑھی۔ نیز آپ نے عبداللہ محمد بن العاص النفری سے قراءت پڑھی۔ اور انہوں نے اپنے زمانہ کے شیوخ کبار سے پڑھی۔

حضرت ملّا علی قاری لکھتے ہیں۔

كَانَ اِمَامًا فِي الْقِرَاءَةِ وَالتَّفْسِيْرِ حَافِظًا فِي الْحَدِيْثِ

آپ قراءت وتفسیر میں امام اور حدیث کے حافظ تھے"

آپ کی بہت کرامات ہیں جو مشہور ہیں۔

لَهٗ كَرَامَاتٌ كَثِيْرَةٌ شَهِيْرَةٌ

آپ نے تقریباً ۵۳ سال کی عمر میں جمادی الآخر ۵۹۰ھ کو بروز یک شنبہ عصر کے بعد قاہرہ میں وفات پائی۔ علامہ ابواسحاق خطیب جامعہ مصر نے نماز پڑھائی۔ اور بروز دوشنبہ جبلِ مقطم کے قریب قرافۂ صغریٰ کے مقبرۂ قاضی فاضل میں دفن کئے گئے۔ وَقَبْرُهٗ بمصر يزار ويتقبول به کہ لوگ اب بھی آپ کی قبر کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور برکات حاصل کرتے ہیں۔

قرطبی سے منقول ہے کہ جب آپ اپنے مشہور قصیدہ کی تصنیف سے فارغ ہوتے تو اسے لے کر بیت اللہ شریف کے گرد بارہ ہزار طواف کئے اور جب مقاماتِ دعا پر پہنچتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اللّٰھم فاطر السّمٰوٰت والارض عالم الغیب والشھادۃ رب ھذا البیت العظیم انفع بھا کلّ من قرأھا کہ جو بھی اس قصیدہ کو پڑھے اسے اس سے نفع ہو۔ آپ نے اس قصیدہ لامیہ (شاطبیہ) کے علاوہ جو ایک ہزار ایک سو تہتر (۱۱۷۳) اشعار میں ہے۔

اور قصائد بھی لکھے ہیں۔ چنانچہ ایک قصیدہ رائیہ ہے جو مصحفِ عثمانی کے رسم الخط ہے۔ اس کے دو سو اٹھانوے اشعار ہیں۔ اور تیسرا ناظمۃ الزہر ہے جس میں آیات کا شمار اور ان کا اختلاف بیان کیا ہے۔ یہ دو سو ستانوے اشعار پر مشتمل ہے۔ اور چوتھا قصیدہ دالیہ ہے۔ یہ پانچ سو شعروں میں ہے۔ اس میں آپ نے عبدالبر کی تمہید کا خلاصہ کیا ہے۔

قصیدہ شاطبیہ لامیہ کی خصوصیات | اگرچہ قراءت کو نظم میں لکھنے کے موجد ابوالحسن حصری ہیں لیکن پوری قراءت سبعہ کو سب سے پہلے آپ ہی نے نظم کیا ہے۔ آپ کے زمانے میں اور آپ کے بعد بہت سے اماموں نے قراءت پر قصیدے لکھے ہیں۔ لیکن کوئی قصیدہ شاطبیہ کی ٹکر کا نہیں ہے۔

علامہ محمد ابن الجزری (۷۵۱ - ۸۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ جس شخص نے آپ کے دونوں قصیدے پڑھے اس نے آپ کے وہبی علوم سے غیر معمولی فائدہ اٹھایا بالخصوص قصیدہ لامیہ کے سامنے فُصحاء و بُلغا نے گھٹنے ٹیک دئے۔"

متاخرین کا اس پہ اتفاق ہے۔ کہ شاطبیہ کے قرأت سبعہ پر کامل عبور نہیں ہو سکتا۔ قصیدہ کی خوبیوں سے پوری طرح وہی حضرات واقف ہیں جو ہمیشہ اس کے پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہیں۔ لیکن چند خوبیاں جنہیں دوسرے لوگ بھی سمجھ سکتے ہیں درج ذیل ہیں:۔

★ عربی میں ہے جو سب زبانوں کی اصل (ام الالسنہ) ہے۔

★ الفاظ نہایت فصیح و بلیغ ہیں۔

★ تشبیہات و مجازات بھی استعمال کئے ہیں جن سے کلام کا حُسن دوبالا ہو جاتا ہے۔

★ منظوم ہے جو طبعی طور پہ دلپسند ہوتا ہے۔

★ قرآن پاک کے الفاظ بھی جا بجا آئے ہیں جن سے اس کی خوبیوں کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔

★ قرأتیں بیان کر کے بہت سے مواقع میں صرفی و نحوی اعتبار سے ان کی وجہ بھی بتاتے ہیں جو عربی کے طلبا کیلئے مفید ہے

★ چونکہ قرأت سبعہ کے تمام مسائل کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور مختصر الفاظ میں بہت سے مطالب ہیں۔ اس لئے یہ نظم طلبہ کے عقل و فہم اور ذہانت میں بھی نمایاں ترقی کا باعث ہوتی ہے اور صرفی و نحوی استعداد میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

★ ناظم نے قصیدے کے یاد کرنے والوں کے لئے دعا بھی کی ہے جس کی قبولیت کے آثار پڑھنے والوں کو نظر آتے ہیں۔ اور بعض شارحین نے اس کا اقرار بھی کیا ہے۔

★ ان سب کے علاوہ چونکہ اس کے مصنف اللہ کے بہت بڑے ولی ہیں اور انہوں نے یہ نظم اللہ ہی کے لئے لکھی ہے اس لئے بھی باعث برکت ہے۔

★ ان خصوصیات کے علاوہ یہ قصیدہ بعض حیثیات سے مشکل بھی ہے۔ اس کی عربیت بہت اونچی ہے۔ وہ لغات استعمال کئے ہیں جو فن کی کتابوں میں نہیں ہیں۔

★ خاص اصطلاحات اور رموز سے کام لیا ہے جس سے یہ قصیدہ چیستان معلوم ہوتا ہے۔

★ کئی کئی مذہب ایک ایک و دو دو شعروں میں بیان کئے ہیں۔ ایک مذہب کو بیان کر کے دوسرا قاری کی فہم پر چھوڑ دیا ہے۔

★ بعض جگہ کلمہ قرآن کے تلفظ کو کافی سمجھ کر حرکات ضبط نہیں کی ہیں اس کے باوجود مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کے پچاس کے قریب شروح و حواشی او نکات لکھے گئے ہیں۔

زیر نظر حواشی دور جدید کے ممتاز قاری حضرت قاری مہاجر مکیؒ اور قاری عبدالرحمٰن الہ آبادی کے مایۂ ناز شاگرد استاذ الاساتذہ حافظ قاری عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ہیں۔ اس سے پہلے لکھنؤ سے شائع ہوئے۔ اب پاکستان میں پہلی بار ان کی اشاعت کی سعادت جناب حافظ خالد اقبال صاحب پاکستان بک سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور کے حصے میں آرہی ہے۔ حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کی زندگی کے مختصر حالات شاطبیہ کے اس نسخے میں پیش خدمت ہیں۔

شفیق فاروقی

دارالعلوم کے شب و روز

افغان مجاہدین میں اتحاد کے مساعی افغانستان میں روسی حکومت سے برسرپیکار مجاہدین کے مختلف گروپوں میں اختلافات بجا طور پر باعث تشویش ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مدظلہ نے جون کے پہلے ہفتہ میں اتحاد کے مساعی شروع کیں۔ مولانا سمیع الحق مدیر الحق، مولانا قاضی عبد اللطیف صاحب کلاچی۔ مولانا سعید الرحمان صاحب راولپنڈی پر مشتمل ایک وفد کو آپ نے اپنے درد مندانہ مکتوب کے ساتھ مجاہدین کے لیڈروں کے پاس بھیجا۔ ان حضرات نے کئی دن تک حضرت کے مکتوب کی روشنی میں پشاور میں مقیم زعماء جہاد سے بات چیت کی جو الحمد للہ کسی حد تک کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور اتحاد کی ضرورت کو سب نے محسوس کیا اور کچھ احزاب نے اس سلسلہ میں قدم بھی اٹھایا۔ حضرت مدظلہ کا یہ مکتوب الحق میں دوسری جگہ شریک اشاعت ہے۔

ختم بخاری شریف و تعطیلات ۳۰ رجب کو دارالعلوم میں ختم بخاری شریف کی تقریب ہوئی دارالحدیث اساتذہ و طلبہ اور مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حضرت نے آخری حدیث کی تشریح کے بعد سوا گھنٹہ تک خطاب فرمایا۔ یکم شعبان کو سالانہ امتحانات شروع ہوئے جو ۱۰ شعبان تک جاری رہے۔ دورۂ حدیث کے امتحانات وفاق المدارس العربیہ کی نگرانی میں ہوئے۔ ناظم امتحانات مولانا مجاہد خان الحسینی فاضل دیوبند تھے۔ اس کے بعد دارالعلوم کے تعلیمی شعبوں میں سالانہ تعطیل ہوئی جو دس شوال تک جاری رہے گی۔ دیگر شعبے دارالافتاء دفاتر الحق وغیرہ مصروف کار رہیں گے۔

حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی مصروفیات ۱۹ جون کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے مولانا قاری محمد امین صاحب کی دعوت پر جامعہ عثمانیہ ورکشاپ۔ راولپنڈی کے جلسہ دستار بندی میں شرکت کی نماز جمعہ سے قبل آپ نے نصائح سے لبریز خطاب فرمایا۔ نماز جمعہ پڑھا کر طلبہ کی دستار بندی فرمائی۔ ۲۶ جون کو بعد از نماز جمعہ بعض احباب کے اصرار پر آپ پشاور تشریف لے گئے۔ اور بعد از عصر ڈاکٹر ضیاء الاسلام کی دعوت پر یونیورسٹی ٹاؤن کی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ ۲ جولائی کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ لارنس پور وولن ملز میں تعمیر شدہ عالیشان مسجد کا افتتاح فرمایا۔ اور اس موقع پر فضیلت مساجد پر عالمانہ خطاب بھی کیا۔ یہ سفر آپ نے جناب حسین داؤد صاحب ایم۔ ڈی اور جناب خواجہ امان اللہ

صاحب ڈائرکٹر واؤڈہ کارپوریشن کی شدید خواہش پر کیا۔

وفاق المدارس کا اجلاس کراچی مولانا سمیع الحق صاحب ۱۲ رجون کی شب کو کراچی پہنچے ۱۳ رجون کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ نیو ٹاؤن میں وفاق المدارس کے اجلاس عاملہ میں شرکت کی۔ ۱۴، ۱۵، ۱۶ رجون کو وفاق کے مجلس شوریٰ کے جلسوں میں برابر شریک رہے۔ اور اجلاس میں بھرپور حصہ لیا۔ افتتاحی اجلاس میں آپ نے مسئلہ افغانستان پر اشتراکیت اور اس کے ہمنواؤں کے بارہ میں ایک مؤثر قرارداد پیش کی جسے متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔ اس قرارداد میں پاکستان کے دروازے پر دستک دینے والی اشتراکیت اور اندرون ملک اشتراکی ہمنواؤں پر کڑی نگرانی رکھنے اور مسئولیت خداوندی محسوس کرنے کی بھی علماء پاکستان سے اپیل کی گئی تھی۔ اجلاس کی کاروائی کسی اور جگہ شریک اشاعت ہے۔ اجلاس جو ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ اسکی کامیابی میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ نے بھرپور اور قابل تقلید و تحسین حصہ لیا، اجلاس میں کئی ذیلی کمیٹیوں کی تشکیل بھی ہوئی جن میں مولانا سمیع الحق صاحب بھی شامل ہیں۔ جس کے ختم اجلاس کے بعد کراچی میں کچھ اجلاس بھی ہوئے، قیام کراچی کے دوران مولانا نے دارالعلوم کراچی جاکر مولانا محمد رفیع عثمانی مولانا محمد تقی عثمانی صاحب سے انکی والدہ ماجدہ کی وفات پر اظہار تعزیت بھی کیا اور مرحومہ کے مزار پر فاتحہ خوانی کی۔ ۱۹ رجون کو آپ نے گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی کے مدرسہ احسن العلوم میں فاضل نوجوان مولانا محمد زر ولی صاحب کی دعوت پر خطبہ جمعہ دیا اور اسلامی اور عصر حاضر کی مصنوعی تہذیبوں پر ایک مؤثر تقریر فرمائی۔ نماز جمعہ کے بعد مدرسہ کیطرف دئے گئے استقبالیہ میں مدرسہ نیو ٹاؤن کے زعماء بھی شریک ہوئے۔ مولانا زر ولی کی خدمات قابل تحسین ہیں۔ واپسی پر آپ نے اس علاقہ میں واقع حکیم محمد اختر صاحب کی خانقاہ امدادیہ اور ان کا مکتبہ بھی دیکھا۔

مولانا محمد ارشد مدنی کی آمد مولانا محمد ارشد مدنی صاحبزادہ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ اچانک ۲۵ رجون کو دارالعلوم تشریف لائے۔ دن بھر حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کے ساتھ رہے۔ رات سخاکوٹ جاکر حضرت مولانا عزیر گل مدظلہٗ کے ہاں قیام کیا۔ دوسرے دن پشاور ٹھہرے۔ ۲۷ رجون کو واپسی پر دوبارہ تشریف لائے۔ اس وقت مولانا سمیع الحق بھی موجود تھے، بعد از ظہر مولانا سمیع الحق صاحب کی معیت میں راولپنڈی روانہ ہوئے۔ مولانا نے ۵ بجے کے جہاز سے انہیں الوداع کہا اور مولانا ارشد صاحب کراچی، ملتان، لاہور ہوتے ہوئے قبل از رمضان ہی عازم دیوبند ہوگئے۔

انہی ایام میں مولانا محمد طاسین صاحب مولانا محمد بنوری مولانا بامجی صاحب (افریقہ والے) بھی دارالعلوم تشریف لائے اور حضرت مدظلہٗ سے ملاقات کی۔ مولانا بام جی صاحب نے جو ہمیشہ سے مدارس کی سرپرستی کرنے والے اہل خیر میں سے ہیں، دارالعلوم میں بجلی سے چلنے والے بڑے واٹر کولر کی ضرورت کا

احساس کیا اور واپسی سے قبل اسے مہیا کرنے کا نظم بھی فرمایا۔ اب یہ دو واٹر کولر تقریباً بیس ہزار روپے کے مصارف سے دارالعلوم میں کام شروع کر چکے ہیں اور اپنے معطی حضرات کے لئے صدقۂ جاریہ کا باعث بن رہے ہیں۔

کتابوں کا گرانقدر عطیہ | حسن ابدال کے جناب مولانا قاضی عبدالقادر ہزاروی مرحوم اسلامی علوم و فنون کی گرانقدر کتابوں کا ذخیرہ چھوڑ چکے تھے۔ اب یہ نادر خزانہ مرحوم کے فرزند مولانا عبدالقیوم صاحب اور مولانا حافظ عبدالقادر صاحب کے مساعی سے کتب خانہ دارالعلوم پر وقف ہو کر محفوظ ہو چکا ہے۔ چار بوریوں پر مشتمل تقریباً دو سو کتابوں حدیث و تفسیر کی ضخیم مجلدات اور کچھ نہایت نادر قلمی مخطوطات بھی شامل ہیں۔ ارباب دارالعلوم اس علمی عطیہ پر مرحوم کے رفع درجات کے متمنی اور تمام متعلقہ حضرات کے ممنون ہیں۔

دورۂ تفسیر | اس سال یکم رمضان المبارک سے دارالعلوم میں حضرت مولانا شبیر علی شاہ صاحب سابق استاذ دارالعلوم حقانیہ قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر پڑھا رہے ہیں۔ طلبہ اور مقامی حضرات ذوق شوق سے شریک ہوتے ہیں۔ اس طرح الحمدللہ دارالحدیث شہر نزول قرآن میں دارالتفسیر بن گیا ہے۔ مولانا موصوف دارالعلوم کے ہونہار قدیم فاضل اور اب پچھلے دس سال سے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔ موصوف تعطیلات میں گھر تشریف لائے ہوئے ہیں۔

MFTM-5-77

Asiatic

دفتر ہو، یا فیکٹری
دوکان ہو، یا گھر
شیشہ
خواجے کا
KGI
خواجہ گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ
شاہراہِ پاکستان ـــــــ حسن ابدال
فیکٹری آفس: ۴۳، ای بلاک ٹو، صدر راولپنڈی
رجسٹرڈ آفس: ۳۔ ایبٹ روڈ، لاہور
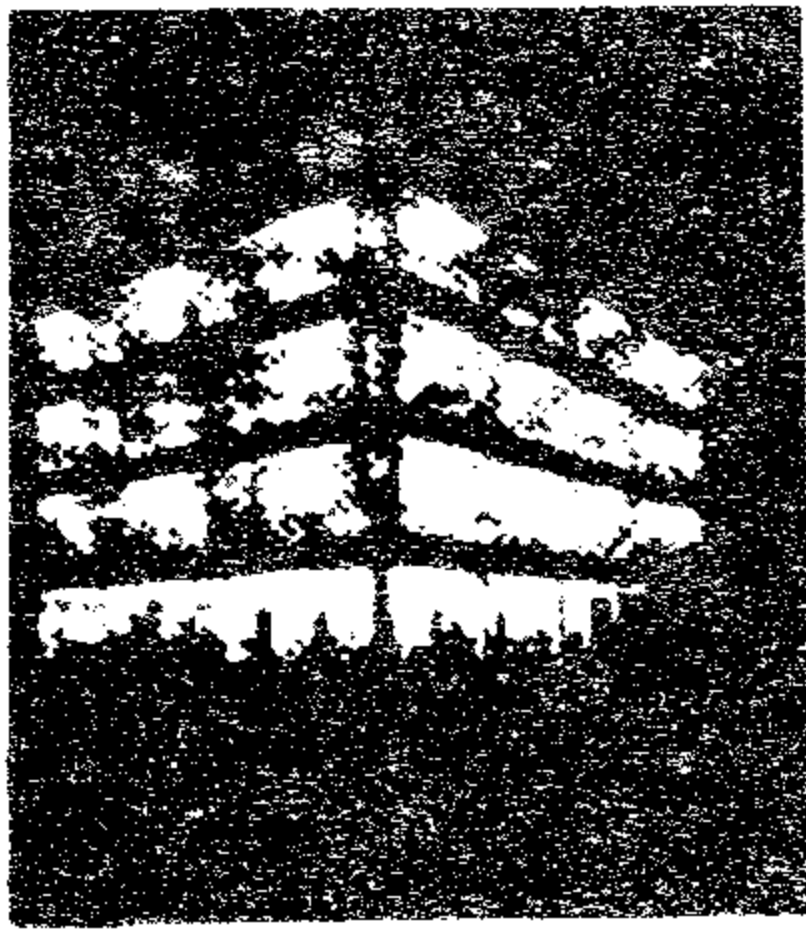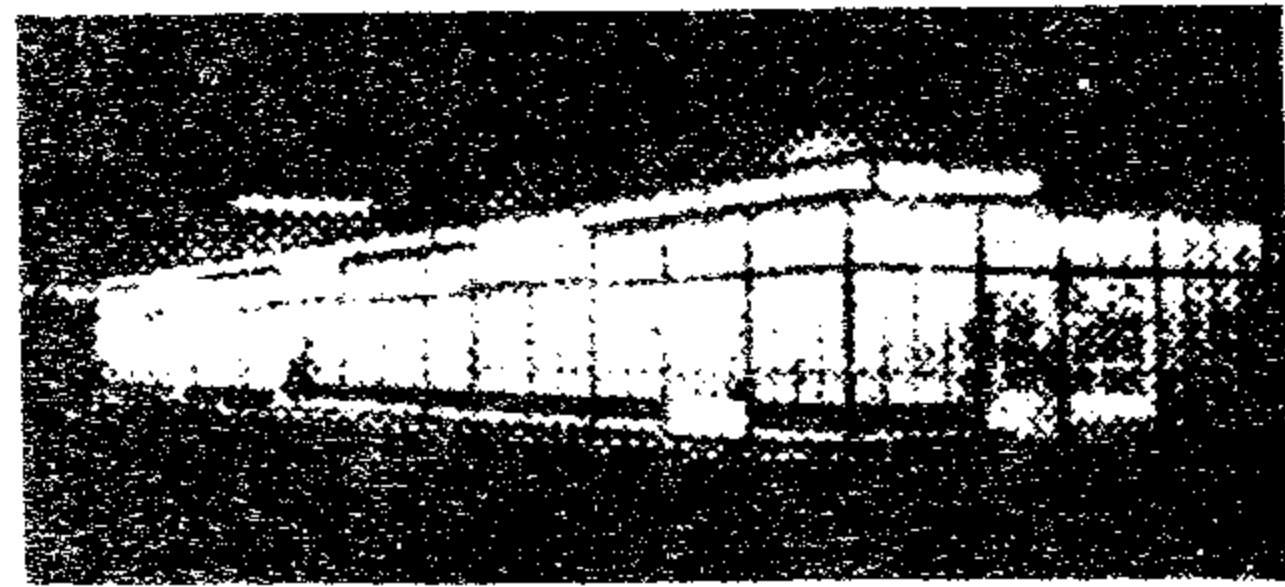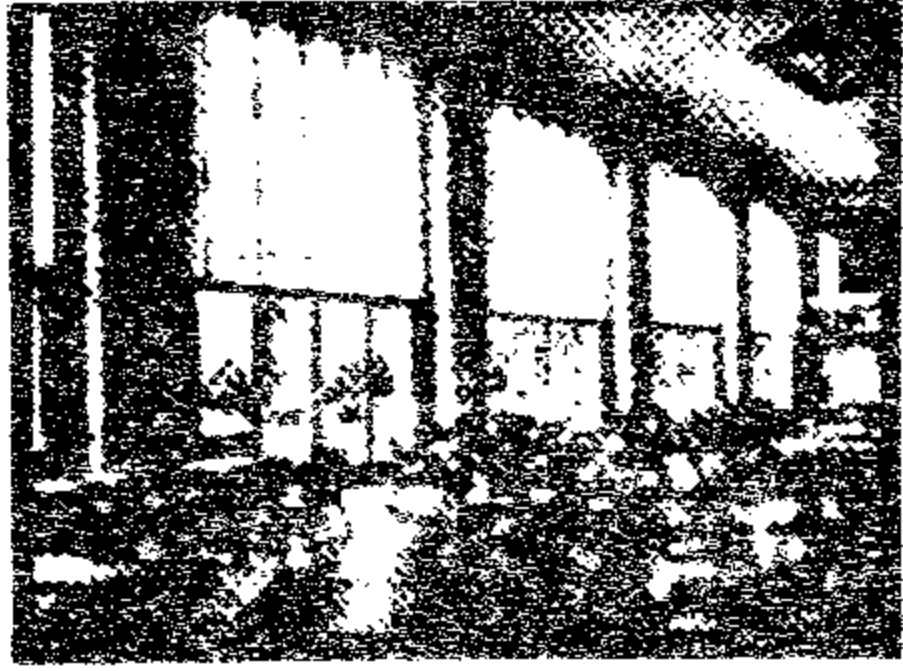
آدم جی کے نفیس پارچہ جات اپنی خوبیوں کی بدولت ساری دنیا میں پسند کئے جاتے ہیں۔
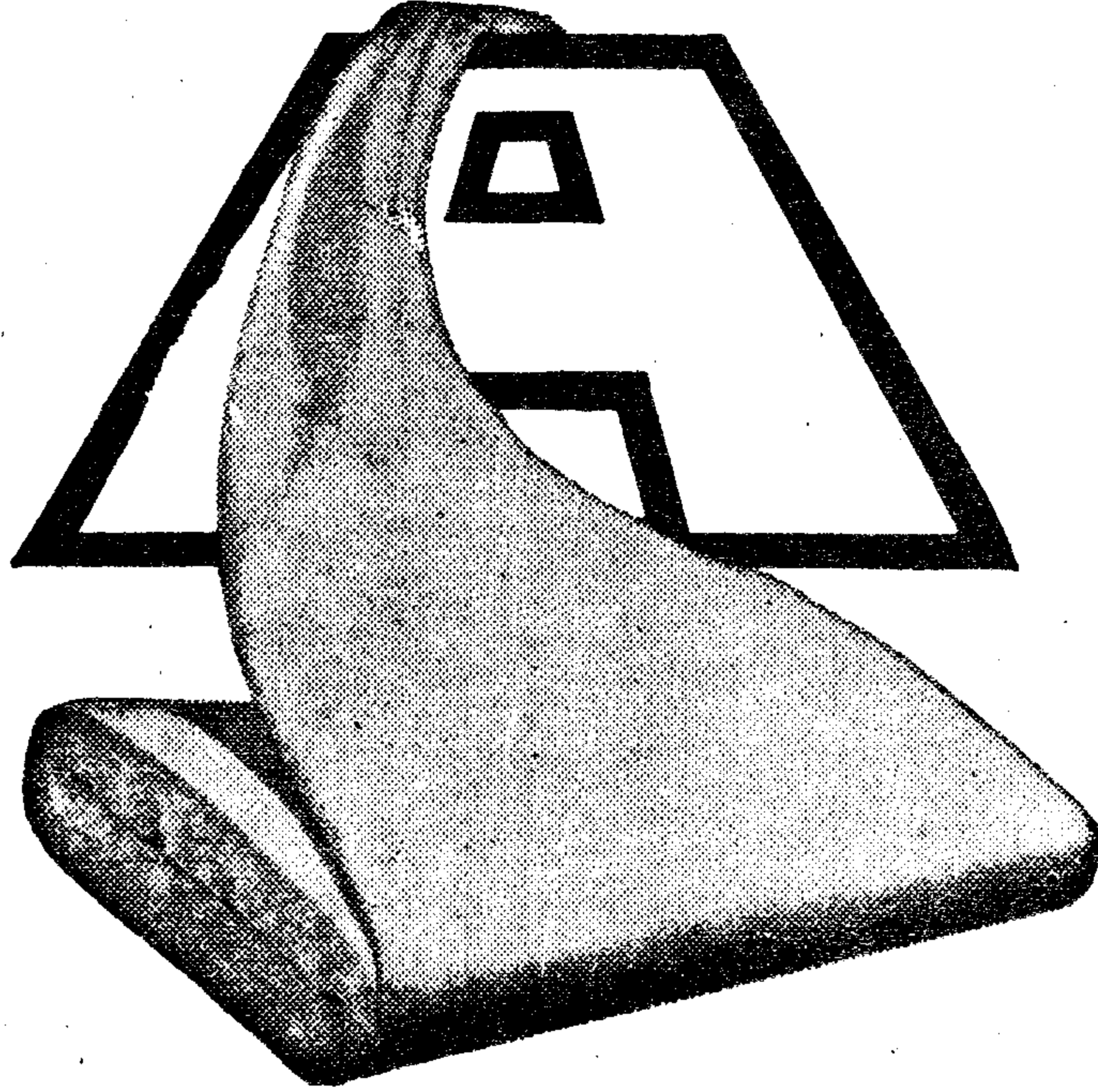
عمدہ قسم کی روئی سے تیار کردہ آدم جی کے پارچہ جات اپنی معیاری خصوصیات کی وجہ سے ساری دنیا میں مقبول ہیں۔
آرام دہ، دیرپا، اور خوشنما کپڑوں کے لئے آدم جی کا نام ہی کافی ہے۔

adamjee - اعلیٰ معیار کی ضمانت

آدم جی کاٹن ملز آدم جی انڈسٹریز لمیٹڈ کا ایک شعبہ
آدم جی ہاؤس، میکلوڈ روڈ، کراچی۔ پاکستان۔

ACM-2.83.64 UDR

ترقی کے ساحل کی سمت گامزن